خارجیت جدیدہ کا عظیم فتنہ

شیخ عبدالمعید مدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر واشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشر واشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

من كان استاذة كتابه فخطاه اكثر من صوابه یہ عربی کا ایک مقولہ ہے اور بڑے پتے اور تجربے کی بات ہے۔اس کا مطلب ہے کتاب جس کا استاذ ہو۔اس کی غلطیاں زیادہ ہوں گی اور صحت ودرستگی کم ہوگی۔ درست، مستند، باوثوق اور پختہ علم انسان کو اس وقت حاصل ہوسکتا ہے جب اس کا کوئی استاذ اور راہ نما ہو۔علم اگر کتاب خوانی تک محدود رہے تو اس کے اندر استناد اور پختگی نہیں آسکتی۔ کتابیں بولتی نہیں ہیں، نہ وہ تصحیح وترشید کا کام کرسکتی ہیں۔استاذ بولتا ہے اور تصحیح وترشید کا کام کرتا ہے۔اس لئے ہر شعبہ علم وفن میں سن رشد تک پہنچنے سے پہلے تک کم از کم استاد کی ضرورت مسلم ہے اور اخیر عمر تک ایک ذمہ دار عالم مذاکراہ ومباحثہ کرتا رہتا ہے تاکہ علم کو تازگی، استناد اور ثقاہت میسر ہوتی رہے اور تا حیات اس میں تسلسل قائم رہے۔

خارجیت جدیدہ کے نمونے:

اسلام میں معلم، مربی اور مزکی کی بڑی اہمیت ہے۔تعلیم تربیت اور تزکیہ کا تعلق کار نبوت سے ہے اور معلم مربی اور مزکی کی حیثیت طے شدہ ہے اور ان کے فضائل شرعا مسلم ہیں۔جب مسلمانوں کے اندر بگاڑ شروع ہوا اور بہت سی خرابیاں ان کے اندر درآئیں تو (۱) ایک طرف خارجیت نے معلم کی حیثیت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہر کہ ومہ اور ہرا یرا غیر معلم داعی اور مفتی بننے لگا۔(۲) دوسری طرف ایسی انتہا پسندی آئی کہ تقلید وتصوف کے حوالے سے معلم ومرشد سب کچھ بن گیا۔اس کا ہر فرمان مستند، اس کی ہر جنبش معتبر، اس کا ہر قول شریعت، اس کی ہر بات دین اور کسی کو لب کشائی کی ضرورت نہ ہمت۔

(۳) تیسری طرف یہ صورت حال ہے کہ اگر علماء کا اعتراف ہے تو فقط اتنا کہ ظاہری علوم کی شد بد انھیں آتی ہے۔اس سے زیادہ کیا جانیں۔اس سے زیادہ ان کی ویلو نہیں ہے۔

(۴) چوتھا پریشان کن مسئلہ یہ ہے کہ علم کا تصور خالی تقول اور تفوہ رہ گیا ہے۔(۵) تربیت اور تزکیہ جو دینی طور پر اس کے بنیادی عناصر ہیں ان کو نکال دیا گیا۔(٦) اس سے

بڑھ کر دین پسندوں اور کتاب وسنت کے داعیوں کے اندر عدم تقلید جو مقلدین کی طرف سے اہل حدیثوں کو ایک گالی ہے کا اثر آ گیا ہے اور ہر کہ ومہ علماء کی عزت واحترام کو مٹی میں ملانے لگا ہے اور ہر گلی کوچے میں ادعیاء علم وفتوی پیدا ہو گئے ہیں اس فتنے کو تحریکیت نے خوب بڑھاوا دیا اور جو خبطی تحریکیت کی تباہ کن کھائی پار کر کے سلفیت کی طرف آتے ہیں یا کسی وجہ سے سرپھرا پن لے کر آتے ہیں وہ حقوق علماء کو پامال کرنا سب سے بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ جب اسلام میں علم کی بات ہوتی ہے تو اس کا مطلب حرف شناسی یا لفظ شناسی نہیں ہے۔ یا جب علم کی بات ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اسے تقلید مان لیا جائے اور اس کا تقاضا ہے کہ جو لوگ علم سے نسبت جوڑ لیں خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط بس آنکھیں بند کر کے ان کو اپنا امام مان لیں۔

علم کے نام پر تقلیدی جمود، نصوص کے ساتھ کھیل اور حزبیاتی تعصب کا کالا آزار تو بہت پہلے سے موجود تھا۔ اور اس کے ساتھ جب تصوف جڑ گیا اور اس نے علم کلام کو بھی قبول کر لیا تو قرآن وسنت کا اسلام اس کے پاس سرے سے رہا ہی نہیں۔ یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت کے سارے عیوب اس کے اندر بھر گئے۔ تصوف، تقلید اور علم کلام کی تثلیث نے مسیحی تثلیث سے کم نقصان نہیں پہنچایا۔ اس تثلیث نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔ مسلمانوں کے لیے لائی ہوئی ساری تباہیاں اس تقلیدی تثلیث کی ہیں اور یہ الف تا یا زیر غور بھی ہیں اور اکثر صورتوں میں مسترد ہیں۔

اس تقلیدی تثلیث نے صدیوں میں اتنے شر فساد اور فتنے جنے ہیں اور ان کی تباہ کاریاں اتنی کثرت سے وقوع پذیر ہوئی ہیں کہ امت اسلامیہ زیر وبن کر رہ گئی اور سارے اعداء اسلام نے اسے کچل کر رکھ دیا۔ آج اس کے ہاتھ میں اپنا بہت معمولی سا اختیار رہ گیا ہے۔ ایک مسلمان اپنی ذاتی زندگی میں بھی اسلام پر عمل کرنے میں بے بس ہو کر رہ گیا ہے۔ تقلید، تصوف اور کلام کی شکل میں علم کی ناقدری اور بربادی کا حشر آنکھوں سے دیکھا جا رہا ہے۔

اب سوال اس کا ہے کہ اس وقت علم وعلماء کی ناقدری کا جوحشر بپا ہے اس کا کیا ہو۔ خارجیت جدیدہ کی ان گنت شکلیں ،تحریکیت کی تلون مزاجی اوراباحیت پسندی ، عدم تقلید ۔اتباع سنت کی ضد اور مقلدوں کی اہل حدیثوں کو گالی ۔ کے نتائج بد کا اعمال نامہ ہمارے سامنے ہے وقت کا یہ تکون فاسد ہے۔اس پر عربی مقولہ پورا پورا صادق آتا ہے۔ پھراس کا مفہوم دہرائیے جس کا استاذ صرف کتاب ہوتی ہے درستگی اور صحت کے مقابلے میں اس کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں ۔اوراگر کسی کی علمی بنیاد نہ ہو، وہ عربی جانتا نہ ہو براہ راست قرآن وسنت سے استفادہ نہیں کرسکتا ہو، نہ مصادر علوم دینیہ تک اس کی پہنچ ہو وہ اگر مفتی، خطیب ،داعی اور مربی بننے لگے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ اوراس تکون سے زیادہ خطرناک استشراقی قومی، ادبی، اقتصادی، تاریخی، سیاسی جہلاء دانشور ہیں جو اپنے جہل کو علم کا وجہ دے کروقتاً فوقتاً اپنے جاہلانہ بیانات دیتے رہتے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دوسرے دنیاوی علوم میں استناد اوراستحقاق کی بنیاد پر ہی انسان کو کام کرنے کا موقع ملتا ہے اور ہر خاص مہارت رکھنے والے شخص کو اس کے میدان میں محدود کیا جاتا ہے۔اگر سند مہارت اور تجربہ نہ ہو تو اسے محنت ومزدوری ہی کا کام مل سکتا ہے، کسی پروفیشنل کام کا موقع نہیں مل سکتا ہے۔ایک عام آدمی یا پڑھے لکھے انسان کو بھی صحت کے فیلڈ میں اکسپرٹ کی حیثیت سے داخلہ نہیں مل سکتا، نہ قانونی طور پر اسے عام میڈیکل پرکٹس کی اجازت مل سکتی ہے۔ایک خاص فیلڈ میں مہارت اور سند کی بنیاد پر متنوع کاموں میں صلاحیت اور ڈگری کے ہم آہنگ کسی ایک کام کو منتخب کرنا پڑتا ہے۔اگر آدمی من مانی کرے اور صلاحیت، ڈگری اوراستحقاق کے بغیر وہ کام کرے جس کی اسے معمولی جانکاری ہو تو وہ حکومت اور عوام کی نگاہ میں غلط کار مانا جائے گا اور اگر اکسپرٹ ہونے کا دعوی کرے تو مجرم گردانا جائے گا۔

دینی علوم کی حساسیت

دنیاوی علوم سے زیادہ حساس دینی علوم اور دینی جانکاری کا مسئلہ ہے، دنیاوی اعتبار

سے بھی اور آخرت کے انجام کے اعتبار سے بھی۔ اور پوری تاریخ اس پر شاہد ہے کہ علماء اسلام نے ہمیشہ اس کو فریضہ جانا کہ علوم اسلامیہ کے تقاضوں اور اصول وضوابط کو برتیں اور علمی وعملی طور پر علوم اسلامیہ کے تحفظ کی بھرپور کوشش کی۔

۱۔ خود علماء راسخین کو تسلیم کیا اور ان کی ثقاہت، استناد، فضیلت، مرتبت اور مرجعیت کو مانا اور طبعی وشعوری طور پر ہر ایک کے مرتبہ علم کو جانا اور سماج میں ان کی مرتبت کے اعتبار سے ان کی فطری درجہ بندی بھی ہوئی۔ دور صحابہ سے لے کر عصر حاضر تک علماء راسخین کی مرجعیت کو ہمیشہ تسلیم کیا گیا۔

۲۔ نصوص کتاب وسنت کی توقیفیت پر یقین جازم رکھا۔ وحیین کی تسلیم شدہ فرضیت کے متعلق انھیں کبھی ادنی درجے کا خلجان نہیں رہا۔ انھیں تصورات ونظریات، تعقلات وتفلسفات سے بالاتر رکھا۔ ان کی حتمیت کے سوا کسی بھی نظریئے فلسفے اور فکر ومذہب کی حتمیت کو تسلیم نہیں کیا۔

۳۔ وحیین کی آفاقیت، علو وبرتری کو ہمیشہ تسلیم کیا اور ان کے معانی ومفاہیم کو بھی حتی الامکان بشریت، مادیت، ارضیت سے ملوث نہیں ہونے دیا۔ ہمیشہ یہ فکر ان کے دامن گیر رہی کہ نصوص قرآن وسنت کی معصومیت اور تقدس کو عقلی خام کاریوں سے آلودہ ہونے سے بچائیں۔ نصوص قرآن وسنت میں جمود وتعطل نہ آنے دیں۔ نہ ان کے اندر افراط وتفریط در آنے دیں۔ تحریف لفظی ومعنوی اور تاویلات باطلہ سے انھیں بچائیں اور دین کے نام پر بدعات سے دین کو ناروا طور پر سجانے کی مذموم کوشش نہ کریں۔

تمام فرق باطنہ سے اسلاف کرام اور محدثین عظام کی اس لیے لڑائی رہی کہ انہوں نے یا تو نصوص کے ساتھ کھلواڑ کیا تھا یا ان کے معانی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی تھی۔

۴۔ قصاص، زہاد، وضاعین، دین کے ذریعہ اکتساب وشہرت کے دیوانوں اور فرق باطنہ کی زد سے سنت رسول کو بچانے کے لئے (علوم الحدیث) کا عظیم علم مرتب ہوا تا کہ کسی طرح دین کے اندر شہوات انسانی اور شبہات بشری کو داخلہ نہ ملے۔ استناد، تثبت اور ثقاہت

کا یہ اتنا عظیم باب ہے کہ پوری تاریخ انسانی میں اس کا جواب نہیں ہے اور کبھی اس کی مثال نہیں مل سکتی ہے۔

۵۔ معانی اور مفاہیم قرآن کے استناد اور عدم استناد کے لئے تفسیر ماثور اور تفسیر بالرائی کے حدود طے ہوئے تاکہ ہر یاوہ گو قرآن کی تفسیر اور اس کے مفاہیم کی تعیین کی جرأت نہ ہو۔ اور جو تفسیر کے طے شدہ اصولوں کے برخلاف فہم قرآن کی کوشش کرے اسے تفسیر بالرای کے مسترد خانے میں ڈال دیا جائے۔ اور اس کے اس کام کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔

٦۔ فقہ، تفقہ اور افتاء کے اصول وضابطے طے کئے گئے اور قرآن وسنت کے نصوص سے مستنبط اصول وضابطے بنائے گئے تاکہ ہرا یرا غیرا فقیہ اور مفتی بننے کی جرأت نہ کرے اور جو اس کا اہل نہ ہو اس کے اوپر یہ دینی ذمہ داری ٹھہرائی گئی کہ وہ قطعاً افتاء کے کام میں ملوث نہ ہو اور اگر کوئی نااہل ہونے کے باوجود یہ کام کرے اس کی دنیا وآخرت کی تباہی کا اسے مستحق ٹھہرایا گیا اور طے ہوا کہ اگر کسی نے افتاء اور تفقہ کے تقاضے پورے نہیں کئے اور وہ افتاء، ارشاد اور تربیت کام کرنے لگا تو اس کا صحیح کام بھی مسترد ٹھہرے گا۔

۷۔ علماء اسلام نے علوم اسلامیہ کے ہر باب کے اصول وضابطے طے کر دیئے ہیں اور زندگی کے ہر باب کے لیے کتاب وسنت سے مستنبط مسائل کو مبوب ومدون کر دیئے ہیں اور ان میں علماء کے لئے اضافے کی گنجائش رکھ چھوڑی ہے۔

ان تمام علمی اصولوں، ضابطہ بندیوں، احتیاط اور دینی ذمہ داریوں کے باوجود آج ایسے آزاد خیال، اباحیت پسند، آوارہ مزاج پیدا ہو گئے ہیں کہ انہوں نے دین اور نصوص دین کو پیش پا افتادہ بات بنا رکھا ہے۔ استشراق، قومیت پسندی، ڈیموکریسی اور سیکولرزم یا الحادی نظریات کی بنیاد پر دانشوروں کی کمی نہ تھی۔ وہ ہمیشہ اسلام کو تنبط انحطاط اور زوال کا ذریعہ مانتے تھے اور اپنے آقاؤں مغرب ومشرق کے شیاطین کے سامنے سجدہ ریز رہتے تھے لیکن ان غلامان ہوس اور فکر وفہم اخلاق وکردار سے تہی دامن مخلوق کو ایک عامی مسلمان نے

بھی درخور اعتناء نہ جانا۔

تحریکی خارجیت

ان کے برعکس دین پسندی کے نام پر جب سے تحریکیوں نے اپنا کارخانہ فکر وعمل قائم کیا ہے انہوں نے دینی وعلمی مشن اور کاروان علم وحکمت کو پہلے گروہ سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔

تحریکیوں کا گروہ سیاسی اتھل پتھل کے دور میں پیدا ہوا اور خوبصورت نعروں کا سہارا لے کر پلا بڑھا۔ ادھر امت اسلامیہ استعمار کی چکی میں پسی ہوئی تھی۔ وہ امت کے سارے دینی، اقتصادی، سیاسی، سماجی اداروں کو تباہ کر چکا تھا۔ امت کا وجود زندگی کے حاشیے پر بھی نہیں رہ گیا تھا۔ کچھ لوگوں کو تحریکیوں کے سیاسی نعروں میں بڑی کشش نظر آئی اور ہر باطنی تحریک کی طرح تحریکیوں کے لیے حالات سازگار تھے (کلمة حق ارید بها الباطل) کا کام شروع ہو گیا اور تحریکیوں کی سیاسی شعبدہ بازی کا ہنگامہ اور شور کچھ اس طرح سے اٹھا کہ بہت سے ثقہ علماء کی توجہ بھی اس طرف مبذول ہو گئی اور انہوں نے حالات کو اپنے حق میں اس طرح استعمال کیا اور اپنی معصومیت کا مظاہرہ کیا کہ لوگوں کو فریب میں ڈال رکھا تقریباً ایک نسل کو ان لوگوں نے اپنے کر وفر اور مکر وفریب کے دھوکے میں رکھا۔ اور ایک نسل کے اکثر سربرآوردہ علماء نے کھوٹ ہونے پر اس کا ساتھ دے کر بھی اسے مسترد دیا لیکن ایک نئی نسل خصوصاً سیکولر طلباء کی ایک ہڑ بونگی جماعت تیار ہو گئی۔

برصغیر ہندو پاک بنگلہ دیش میں ایک نئی سوچ نمودار ہوئی بانئ تحریک اپنی غیر مستقیم فکر سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بناتے رہے اور زندگی بھر نئی سیاسی گاڑی کا رگیر آگے پیچھے کرتے رہے اور اپنی ناکامی کا اعلان کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ لیکن اپنے ماننے والوں کو انہوں نے جو ڈھرہ دکھلایا تھا اس نے اپنے پیچھے کئی ایک سیاسی جوکر اور قلم کار جو کر پیدا کر دیئے۔ ان سیاسی جوکروں اور قلم کار جوکروں نے اپنی زندگی کا یہی مشن بنالیا کہ بس اپنے معلم اول کی کج مج فکر ونظر کی جگالی کرتے رہیں اور شب وروز ان کی عظمت کی مالا

جیتے رہیں۔ ان کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان کی عظمت کو منوانے کے لیے پورے مسلم و معاشرہ سے جنگ کرتے رہیں۔

بانی تحریک نے منہج حق سے ہٹ کر جس طرح فکر ونظر میں ہنگامہ آرائی کی اور انتشار ذہنی کا سبب بنے اس نے کچے اور ناستودہ قلمی جوکروں کا ایک گروپ اور اپنے ماننے والوں کے اندر آوارہ فکری پیدا کی اور امت میں بتسلسل جو علمی وثقافتی ربط موجود تھا اور جن شرعی علمی اصولوں اور ضابطوں سے لوگ جڑے ہوئے تھے ان سے کٹ گئے۔ اس کا نتیجہ بد یہ نکلا کہ ہرایرا غیرا مجتہد اور دین کا اکسپرٹ بن گیا۔ اور علماء ثقات بھی ان کی نگاہوں میں بے وقعت بن گئے اور ان کی بے وقعتی کرنا ان کا سب سے پرلطف کام بن گیا۔ عملاً اس تحریکی گروہ کا یہی رویہ بن گیا اور پہچان قائم ہوگئی کہ وہ نہ اپنی تاریخ پر بھروسہ کرتا ہے، نہ حکمرانوں پر، نہ صحابہ پر اسے بھروسہ ہے، نہ احادیث پر۔ ہر کوئی قرآن میں تدبر فرما سکتا ہے اور آیات کے مفاہیم پر اپنی رائے قائم کرسکتا ہے۔ اس طرح اس کے لئے ذخیرہ احادیث اور ذخیرہ تفسیر سب بے کار ٹھہرے دین کی فقط سیاسی تعبیر قابل قبول ہے اور ذخیرہ عقائد بے کار رہے۔ تفقہ میں اخباری فقاہت یا فقہ الواقع (فقہ النفاق) ہی معتبر ہے اور ذخیرۂ فقہ مسترد اور تمام اصول ومصطلحات احادیث، عقائد، تفاسیر اور فقہ ناقابل قبول ہیں۔ دعوت وتبلیغ حزبیاتی پروپیگنڈے سے تعبیر ہے۔ شور غوغا، احتجاج، نعرہ بازیاں، بینر، وقتی سرخیوں پر ایمان واعتبار اور اس کے مطابق سوچ وفکر اور انھیں پر فوکس سب سے بڑی دینی جدوجہد ہے۔

تحریکیوں کا جو شاکلہ بنا ہے اور ان کے جو فکری عناصر ترکیبی ہیں جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے کیا ان کے اندر ان کے سوا ایسا کچھ ہے جس کے مطابق وہ دعوی کرسکیں کہ امت کی جڑوں سے وہ جڑے ہوئے ہیں۔ امت کی اساسیات اور ان کے درمیان اتنی بڑی خلیج حائل ہے کہ اگر اسے پاٹا نہیں گیا تو یا تو ان کی تحریکی پہچان ختم ہوجائے گی کیونکہ علمی خلا اور فکری آوارگی کے ساتھ زیادہ دیر تک کوئی گروپ زندہ نہیں رہ سکتا یا پھر یہ امت سے ٹوٹ کر فرق باطنہ میں کلی طور پر شامل ہوجائیں گے۔ گروہ اور جماعت مضبوط اصولوں پر زندہ

رہتی ہیں۔خلااورفضامیں زندہ نہیں رہ سکتی ہیں۔

ان کے اندر عام طور پر معمول بہ یہی رجحان ہے،اس کا ذکر کیا گیا اوراگرگراوٹ اورگمراہی کی تحریریں دیکھنی ہوں تو جاوید غامدی کی تحریریں اسرار احمد کی تفسیری تقریریں اوردیگرتحریریں اورہندوستان میں اسرار عالم، راشدشاذ کی تحریریں دیکھ لیں۔یہ سب امت کےمتفق علیہ اصولوں اورضابطوں کے برخلاف تحریریں ہیں۔بانی تحریک نے ان اصولوں اورضابطوں کےمتعلق تشکیکی تحریریں چھوڑیں۔ان کی غوغائی اورمشکک تحریروں کےاثرات ان کےتمام ماننے والوں پر مرتب ہوئے اوران سے کئی قدم آگے بڑھ کران کےمتاثرین نے کام کیا اوروہ تمام باتیں دین کے نام پرآنےلگیں جن کومستشرقین نے اسلام اورامت اسلام کوڈھانے کے لئے بہت پہلےاوربعدمیں لکھیں۔

تحریکیت کے ماننے والوں کا یہ حال ہے(كبرت كلمة تخرج من افواههم وما تخفي صدورهم اكبر)سوال یہ ہے جب یہ امت کے پورے سلسلہ(تعلیم وثقافت) سے پیچھا چھڑا چکے ہیں توان کے پاس بچا کیا ہے؟

خارجیت کی ابتداء:

حالات وظروف جب بگڑتے ہیں تو حقائق ان میں مسترد ہوجاتے ہیں اوراباطیل پرکشش بن جاتے ہیں۔سالہا سال کی جدوجہد کے بعد جب یہودی اورمجوسی سازشیں کامیاب ہوئیں تو حضرت عمراورحضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کے واقعات رونما ہوئے، فتنے کا دروازہ کھلا ، حالات دگرگوں ہوئے۔بہت سے صحابہ باحیات تھے۔اس وقت کی اسلامی ریاست پرعلمی عملی اورثقافتی طور پران کی کلی پکڑتھی پھربھی خارجیت بہت سےلوگوں کے لئے قابل قبول بن گئی۔تشیع کے لئےبھی بہت سےقلوب واذہان زرخیز بن گئے۔جبروقدر کےمسائل بھی زیربحث آگئےاوردوسری صدی میں سارےفکری،اعتقادی، سیاسی،عملی فتنے رونما ہوگئےحتی کہ رہبانیت کوبھی مسلم معاشرے میں جگہ مل گئی۔تیسری صدی میں فکرونظرکی ساری بےاعتدالیاں قابل قبول بن گئیں اورعہد مامون میں توانھیں حکومتی

پشت پناہی حاصل ہوگئی۔ اور یہیں سے تقلیدی حزبیت اور تقلیدی مادیت و منصب پسندی کو عروج حاصل ہوا۔

عصری خارجیت: موجودہ دور کا سب سے بڑا فتنہ (رویبضہ) اور (تحتیون) ہیں۔ فکری جوکر اسافل واراذل، سفہاء الاحلام، حدثان الاسنان کی مارا ماری ہے اور یہ ظاہرہ بن چکے ہیں۔ اسی کو تحریکیوں نے ظاہرہ بنایا ہے۔ مسلم سماج معاشرے اور علمی دینی اور دعوتی ورفقہی اداروں پر ان کا سب سے بڑا جرم یہی ہے کہ انہوں نے دین، علوم اسلامیہ، علماء اور پوری امت کو کھیل بنا دیا ہے اور افسانوں کو حقیقت بنانے کی ان کی ناروا کوشش مسلسل جاری ہے۔ اس سلسلے میں ان کی ضد اور عناد گوار کے قابل نہیں ہے۔

اس فکری آوارگی، ذہنی انارکی اور غوغائیت نے ان کے قلوب واذہان کو اتنا زرخیز بنا دیا ہے کہ سارے تضادات ان کے لئے بیک وقت قابل قبول بن جاتے ہیں۔ یہ خارجیت کا ذہن رکھتے ہیں اور قبر پرستی کو بھی گوارا کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ یہ تعقل پرستی کے بھی دیوانہ رہتے ہیں اور اہل سنت میں بھی محسوب رہتے ہیں۔ ان کے اندر تصوف، تقلید، وحدت الوجود، اشعریت و ماتریدیت اور اعتزال بھی قابل قبول ہیں اور مردود بھی ہیں۔ یہ جمہوریت کو حکومت الہیہ کے قیام کا واحد ذریعہ مانتے ہیں اور ووٹ دینے کو حرام بھی کہتے ہیں۔ یہ وحدت کی بات بھی کرتے ہیں۔ اور اپنی شناخت بنانے اور قائم رکھنے کے لیے سب سے پہلے کو دبھاگتے ہیں۔ ان کی اتحاد کی دعوت کہنے کو اور ہے اور دکھلانے کو اور ان کے دل میں ہوتا ہے کہ سب ناکارہ، ناسمجھ اور بے شعور ہیں۔ انھیں بس ان کا ساتھ دینا چاہیے، وہ قیادت کا حق رکھتے ہیں۔

سطحی خطباء اوران کی خارشی زدہ خارجیت کے شکار اتباع

اس خوش فہم، خود پرست وارہ مزاج اور غوغائی گروہ کے سوا خارجیت کا ایک نیا رجحان پیدا ہوا ہے۔ یہ رجحان بھی سیکولر تعلیم یافتہ نوجوانوں کے اندر پھل پھول رہا ہے۔ اس رجحان

کے حامل یا تو تحریکیت کو چھوڑ کر کھسک آئے ہیں یا صوفیت کو اور خود کو اہل حدیث کہتے ہیں مگر پرانی چھوٹ سے صاف نہیں ہو پائے ہیں اور ردعمل کا شکار ہیں ان کے پاس دینی تعلیم نہیں ہے نہ انھیں اسلامی تعلیمات اور علوم اسلامیہ کے اصولوں اور ضابطوں کی شد بد ہے نہ ان کو علماء اثبات وراسخین کی پروا ہے۔ انھیں اسلام کی ابجد سے بھی آ گاہی نہیں ہے مگر غرور علم کے ایسے شکار ہیں کہ خود کو ابن تیمیہ اور شوکانی سے کم نہیں سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ گروہ درگروہ ہیں اور ہر گروہ کا ٹسٹ اور مزا الگ الگ ہے۔ ان میں جہلاء بھی ہیں اور کسی بھی عوامی غیر ثقہ مقرر کے پیروکار ہیں اور ہر ایک کی اپنی الگ الگ پسند ہے اور جو خطیب زیادہ اعلی صفات کا حامل ہے اس کے بقدر اس کے رجال الشوارع دیوانے ہیں اور جو زیادہ رنگین مزاج، ہرزہ سرا، زبان دراز، ڈھیٹ اور بے شرم ہے اس کا رنگ رجال الشوارع پر زیادہ چڑھتا ہے اور ایسے ہرزا سرا اپنا رنگ چڑھانے کا فن بھی جانتے ہیں۔ ایسے اسٹار اور نجوم کے پرستار اور فین ان کے سوا کسی کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں۔ ایسے بگین قسم کے خطیب اور بگین قسم کے اتباع علم، مروت، شرافت، وقار، علماء اثبات اور مسلک حق اور جماعت حق کے لئے سم قاتل ہیں۔ یہ پیشہ وروں کی دنیا ہے جھومنے جھمانے والی اور سارے اقدار علم ودین سے باغی اور دین کے نام پر ساری مذلوجی حرکتیں کرنے کے خوگر۔ جس سماج، گروہ، ملک، شہر، بستی اور محلے میں ایسے لوگ موجود ہوں وہاں کے لیے ایسے لوگ وبال فتنہ اور مصیبت ہوتے ہیں۔ اور چند فروعی مسائل۔ جن کی حیثیت بہت معمولی ہوتی ہے اور ان کی نوعیت فضیلت یا اجتہاد یا مباح کی ہوتی ہے کے متعلق ان کی سرگرمیاں، فتوے، جھگڑے، کبر اور شذوذ پسندی ہوتی ہے اور تکفیر کی حد تک پہنچ جانا ان کے لیے کھیل ہوتا ہے۔ ان کی ذہنیت بگاڑنے میں میڈیائی دعوتی جوکروں کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔

ٹی وی دعوتی جوکر

خارجیت اور آخری درجے کی سطحیت ٹی وی دعوتی جوکروں سے بھی بکثرت پھیل رہی ہے اور خاص کر نائکی رویے سے۔ اس رویے میں اکڑ اور مکر دونوں شامل ہیں اور اس اکڑ

اور مکر کی تفاصیل سے لوگ آگاہ ہونے لگے ہیں۔ اکڑ ومکر کے نائکی رویے سے اتنا نقصان ہوا ہے کہ دعوت وتبلیغ جہل، ہوس اور کبر کا تماشا بن کر رہ گئی ہے۔ سیکولر دور، غیر محدود آزادی یا اباحیت پسندی، شوق تماشا نے لوگوں کا مزاج ایسا بگاڑا ہے کہ علم، تثبت، ثقاہت، استناد، وقار، علمی وعملی صداقت کی کوئی وقعت رہ ہی نہیں گئی ہے۔ کوئی بھی جوکر اور نائکی اسٹیج پر آ کر پبلک کو خوش کر دے اور دلچسپی کا سامان بن جائے بس وہی آقا۔ مولائے کل، نچھاور ہونے کے لائق۔ ان سے علماء اور علم کی وہ گت بن رہی ہے کہ الامان والحفیظ۔ فکر ونظر کی پستی کا یہ حال ہے کہ وہمی پہنچ کو اتنی بڑی حقیقت مان کر بات کی جاتی ہے کہ جیسے اب ان دعوتی جوکروں اور میڈیا کرتب بازوں کے ظہور کے بعد علم، علماء، تفقہ اور علمی اداروں کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔ لوگوں کی سطحیت، فکری انحطاط اور پستی نظر کا ہمیں ایک تلخ تجربہ ہوا۔ جامعہ سلفیہ بنارس کا ایک فاضل اور مدینہ یونیورسٹی کا ایک خریج جو نائکی حلقے میں داخل ہو چکا تھا اور وہاں کی آب وہوا اس وقت اسے راس آئی ہوئی تھی اب پتہ نہیں وہیں ہے کہ نائکی اکڑ کا شکار ہو کر اپنے وہمی پر پرواز کاٹ بیٹھا ہے۔ اس نے کہا اس وقت کوئی کچھ نہیں رہا ہے جماعت اہل حدیث کیا کر رہی ہے؟ اور اس کے توہمات کے مطابق اس کے آقا دعوتی واسکوڈی گاما بنے ہوئے ہیں۔ قتیبہ بن مسلم، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم اکیلے بنے ہوئے ہیں۔ بیچارہ بھول گیا اس کے آقا کی علمی یتیمی اسی جیسے یتامی پر پھل پھول رہی ہے جنہیں جامعہ سلفیہ نے ۸سال کھلایا، پلایا، پڑھایا اور جامعہ اسلامیہ نے ۴ سالوں تک بنایا سنوارا اور دولت علم سے مالا مال کیا۔ اس نے اپنی ۱۲سال کی علمی زندگی کو چند نائکی دانوں اور چند نائکی قطروں کے سبب بھلا دیا۔ جب فکر ونظر کی ابتری کا یہ حال ہے کہ ۱۲سال کی مسلسل علمی عنایتیں دعوتی جوکروں کے جھوٹے جلوؤں سے ماند پڑ جاتی ہیں، پھر عوام کا کیا حال ہوگا؟ یہ بیچارہ یہ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ علم ودین میں بٹوارہ نہیں ہے، نہ دعوتی اعمال میں زیر واور ہمالیہ کی نسبت ہوتی ہے۔ ایک طرف سیکھا۔ دوسری طرف جو سیکھا اس پر عمل ہو رہا ہے لیکن نادانی میں وہ اپنے وجود کا بھی منکر ہو گیا اور جامعہ سلفیہ اور جامعہ اسلامیہ کے وجود کو

بھی نظر انداز کر دیا اور خود کو اکڑ اور مکر کی روش میں ختم کر دیا۔

فتنے کہاں پیدا ہوتے ہیں؟ کون سی آب و ہوا اسے راس آتی ہے؟ ان سے نقصانات کیا ہوتے ہیں؟ امت کے ساتھ دھوکہ کہاں ہو رہا ہے؟ دین کو کہاں بیچا خریدار جا رہا ہے؟ ہوس ذات پر علم اور علماء کو کہاں قربان کیا جا رہا ہے؟ یہ سارے سوالات ہمیشہ علماء اثبات کے سامنے رہتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ہمیشہ انھیں چیک کرتے رہیں۔

اس وقت ان دعوتی جوکروں کے فتنے اتنے بڑھ گئے ہیں اور سیکولر تعلیم یافتہ نوجوانوں کے امام بن گئے ہیں کہ ان کے سوا کسی پر ان کا اعتبار ہی نہیں ہے۔ خود میڈیائی آقائی دعوت کا یہ حال ہے کہ علماء سے چھ ماہ سبق لیتا ہے اور چھ ماہ بعد آموختہ سناتا ہے اور اس پر بھی علماء کو آفس میں بیٹھ کر گالی دیتا ہے۔

جن کا جو فضل ہے اس کا اعتراف اسلام کرتا ہے اور اسلامی تعلیم کے مطابق علماء اثبات بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جوکروں اور جھوٹے جلوؤں کو علماء کا درجہ مل جائے گا، انھیں فتوی دینے کی اجازت مل جائے گی۔ ٹھیک ہے دعوت کا کام میڈیا کے ذریعہ ہو اور اس سے فائدہ اٹھایا جائے لیکن یہ یاد رہے۔ میڈیائی ابلاغ تزکیہ، تربیت تعلیم اور تفقہ کا بدل نہیں ہوسکتا ہے۔ دعوت صرف ابلاغ کا نام نہیں ہے۔ ابلاغ دعوت کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ پھر یہ بھی تو طے ہو کہ ابلاغ کون کرے گا۔ ابلاغ کس کی ہوگی؟ بھانت بھانت کے فکر و خیال، عقیدہ و اعمال کے حاملین کو جمع کر کے دکان لگانے کا نام دعوتی ابلاغ نہیں ہے۔ علم صحیح، منہج صحیح اور دعاۃ مخلصین اس کے لئے شرط ہیں۔ کسی منکر حدیث اور اسلامی اساس کے متعلق مذبذب افراد سے ابلاغ نہیں ہوسکتا؟ تصوف میں ڈوبے بدعقیدہ افراد کے ذریعے ابلاغ دین نہیں ہوسکتا۔ مصادر دین، نصوص شریعت سے بے خبر رٹو طوطوں سے ابلاغ نہیں ہوتا۔ دعوت علی وجہ البصیرت ہوتی ہے۔ موعظت حسنہ اور دعوت بالحکمہ شرط ہے۔ کوئی بھی ایرا غیرا آیا۔ دکان لگا لیا۔ چندے کرنے اور بے وقوف بنانے کا ہنر جان لیا۔ یہ کسی کے عالم، داعی اور مفتی ہونے کی سند نہیں ہیں۔

یہ بگڑے ہوئے رجحانات ہیں اور خارجیت جدیدہ کی طرف لے جانے والی سطحیت، توہین علم وعلماء کو ان سے بڑھاوا ملتا ہے۔ ان کی ترشید، توثیق، امتحان ضروری ہے۔

خارجیت جدیدہ کی طرف لے جانے والا رجحان مذکورہ دونوں بلکہ تینوں رجحانات سے متاثر ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ کہ سارے رجحانات ایک دوسرے سے متاثر ہیں اور ذہنیت، سوچ تصرفات اور اسلاف سے کٹ جانے میں یکساں ہیں۔

انٹرنیٹ ملا:

خارجیت جدیدہ کے اس رجحان کو دیگر خارجیت کے رجحان کے علاوہ انٹرنیٹ نے بھی کافی گھٹیا اور سطحی بنایا ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ انٹرنیٹ ایک محدود حد تک انفارمیشن مرکز ہے لیکن اس کا پچانوے فیصد کتوں کی قے کا مرکز ہے۔ ظاہر ہے جس وسیلہ معرفت پر اگر کسی کا اعتبار ہو جائے جہاں ایک بہت معمولی حصہ صحت اور درستگی اور خوشبو کا ہے بقیہ ۹۵ فیصد انسانی افکار کی قے اور گندگی کا ہے اس سے انسان کو کیا مل سکتا ہے اور اگر سیکولر تعلیم والے دینی تعلیمات انٹرنیٹ سے حاصل کریں ان کا حال یہی ہوگا جو ہے۔ ایسی تعلیم کی مثال یہی ہوگی جیسے کوئی ہاتھی کا سر لے کر انسانی جسم سے جوڑ دے اور ایک گڑیش جی تیار کردے یہی خارجی ذہن کے جدید رجحان کے حامل لوگوں کی کہانی ہے۔ یہ بے چارے اپنے حصول معرفت کے ذریعے صرف گڑیش جی کا مجسمہ تیار کر رہے ہیں اور بس

ان کی خارجیت اس انتہا پسندی تک پہنچی ہوئی ہے کہ انھیں ہندوستان میں ایک عالم نہیں نظر آرہا ہے جو ان کو مسئلے کا حل بتا سکے جبکہ ان کے مسائل ہی کیا ہوتے ہیں بلکہ مسائل کے بجائے توہمات ہوتے ہیں۔ ان انٹرنیٹ ادعیاء علم کو ہندوستان میں ایک بھی عالم نظر نہیں آتا۔ ان کی نگاہ اتنی بلند ہے کہ ہندوستان میں کوئی عالم ان کی نگاہ میں جچتا ہی نہیں اور تضاد دیکھئے کہ انٹرنیٹ کے یہ بزعم خویش فقہاء اپنی کم مائیگی علم وفہم کے باوجود اپنی اپنی جگہ مفتی، عالم، مفکر اور دانشور بنے ہوئے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہی جیسے افراخ انڈے پھوڑ کر نکلیں اور انڈا دینے کی جلدی مچانے لگیں یہ بیچارے ککرمتے ہیں مگر زہریلے جو بغیر بیج

اچکتے ہیں اور مہلک بن جاتے ہیں۔

یہ انٹرنیٹ ملا اپنی مذلوجی حرکتوں کی ایسی مثالیں روز درج کررہے ہیں جن سے انسانیت ،علم، وقاراور مسلک و جماعت کو شرمساری ہوتی ہے۔ یہ مغرور علماء اثبات کے دروس میں بیٹھنے سے کترائیں گےاور خود کسی لیچڑ بے نام و بدنام کو اپنا علامہ بنا کران کا درس سنتے ہیں جبکہ وہ حماقت اور بدتمیزی کا مجسمہ ہوتا ہے۔ایسے آوارہ مزاج، منتشر ذہن ،فریب خوردہ شیخی باز مسلک حق کے دعوی داروں کا ماڈل بہت سے علاقوں اورخطوں میں موجود ہے۔

ابھی حال میں بنگلور جانا ہوااور وہاں عزیز علماء نے بتلایا کہ ان شیخی باز انٹرنیٹ ملاؤں نے جن کی نگاہ میں ہندوستان میں ایک بھی اہل حدیث عالم نہیں ہے جسے وہ عالم کہہ سکیں اوراس پر اعتبار کرسکیں۔انھیں خوش فہم وسائل اعلام کو استنادا کبر ماننے والے کم فہم سیکولر تعلیم یافتہ حضرات نے ایک پینل ڈسکشن کے بعد یہ فتوی صادر کیا اورانٹرنیٹ پرڈال دیا کہ انتخاب میں حصہ لینااور ووٹ دینا حرام ہے۔

مولانا ظفرالحسن صاحب نے بنارس میں اسی انتشار ذہنی اورفکری آوارگی کا ذکر کرتے ہوئے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ ہندوستان میں کسی جگہ انہوں نے تقریر کی۔تقریر ختم ہونے کے بعد ایک سائل نے ان سے سوال کیا فلاں مسلک کے امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے۔ انہوں نے ہاں میں جواب دیا۔سائل نے جھٹ سے مولانا سے کہا آپ کافر ہوگئے۔

دلی میں ایک گمنام بدنام شخص کچھ سال پہلے اوکھلا ایک مشن چلائے ہوئے تھا کہ رکوع کے بعد جو نیت نہیں باندھتا وہ کافر ہے اور مولانا رضاء اللہ عبدالکریم سے بحث کرنے ان کے گھر گیااور چھوٹتے ہی کہہ بیٹھا آپ کافر ہیں۔

خود میرے سامنے تکفیر کے بہت سے مسائل آئے۔سائلین کو سمجھا بجھا کرراہ راست پرلایا گیا۔اورکئی جگہ شکل وصورت سے اول وہلہ میں ہندو لگنے والے ڈاڑھی سے بے نیاز ٹی شرٹ اورمنحوس اورننگا بتلانے والے لباس چست جینس میں ملبوس ایسے ڈھنگ سے سوال

اور گفتگو کرتے ملے کہ ان کے مرتد اور کافر قرار دینے کی مار شیخ ابن باز اور علامہ البانی تک پہنچ گئی محض مباح مسائل کے متعلق تشدد اختیار کرنے کے نتیجے میں۔

ان سارے سفہاء الاحلام اور احداث الاسنان کا مرکز بحث مباح فروعی واجتہادی مسائل ہیں۔ ان میں یہ تشدد، انتہا پسندی اور خارجیت کے ایسے شکار ہوئے ہیں اور علم وعمل کی کمی اور سطحیت سے ایسے دوچار ہوئے ہیں کہ ان کی تان مرتد اور کافر قرار دینے پر ٹوٹتی ہے۔ یہ مسئلہ چند واقعات کا نہیں بلکہ یہ فکری آوارگی ہر شہر، دیہات اور قریہ میں موجود ہے اور اس کے اسباب بھی ہر جگہ موجود ہیں۔

ان اسباب کا ازالہ اور ان بگڑے رجحانات کی درستگی کا ہمارے پاس کوئی انتظام نہیں ہے۔ بلکہ ان کو بڑھاوا دینے کے زیادہ سے زیادہ اسباب فراہم ہوتے جا رہے ہیں۔

علماء سو کا فتنہ: ان سیکولر تعلیم یافتہ دین پسند گروہوں کے علاوہ علماء سوء کی بھی ایک ٹیم ہے جن کو حصول زر کے گر معلوم ہیں۔ وہ ملک اور بیرون ملک سالوسی کی رداء اوڑھے اکثر اوقات اس کام میں جٹے رہتے ہیں اور خیالی پروجیکٹ بناتے ہیں اور مساجد، مدارس، ایتام، ایامی، فقراء ومساکین کے نام پر مشروعات حاصل کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ ضمائر کو خریدتے ہیں اور اپنے سماجی اور سیاسی اثر ورسوخ کو بڑھاتے ہیں۔ بے ضمیری بداخلاقی اور بددینی پھیلاتے ہیں۔ وہ اخلاقی گراوٹ کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد فقط اور فقط حصول زر ہے اور اس کے ذریعے پبلک میں ضمیر وایمان کی خرید وفروخت ہے۔ دین اور خدمت دین کے نام پر ایسی بدعنوانی مسلک اور جماعت کی جڑ کھودنے کے مترادف ہے۔

ہندوستانی جمہوریت اور تنظیم وسوسائٹی بنانے کے اصول اور ضابطوں کے مطابق ہرا ایرا غیرا کمیٹی اور سوسائٹی بنالیتا ہے اور قانونی آڑ لے کر من مانی کرتا ہے اور اسلامی اصول امانت، مسئولیت، اجتماعیت اور اہلیت کو طاق نسیاں پر رکھ دیتا ہے۔

یہ نہایت خطرناک مسائل ہیں۔ اگر ان کا حل نہ نکالا گیا تو مستقبل میں مسلک

وجماعت میں وہ انتشار برپا ہوگا کہ مسلک وجماعت کے نام پر زیادہ سے زیادہ تکفیری فتوی شائع ہوں گے اور دین کے نام پر نفس پرستی کی ہر جگہ دکان سجی ہوگی۔

مہلک تنظیمی انتشار: ان تمام آوارگی فکر ونظر سے کم خطرناک جماعت میں تنظیمی انتشار نہیں ہے۔ اس تنظیمی انتشار کی بنیاد مرحوم مرکزی جمعیت کا انتخابی دستور ہے۔ اس الیکشنی سیاست نے جماعت اور فکر جماعت کو مذکورہ تمام انتشار اور خلفشار سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ پورے ملک کے مجموعی حالات نظر میں رکھئے۔ پورے ملک میں جب نئے میقات کے لئے جمعیۃ کی تشکیل جدید کا موسم آتا ہے تو اس وقت رائے نام اور ناکام جمعیۃ میں انتخاب کا خمار دیکھئے۔ جھوٹ، فریب، سازش، ضمائر کا خرید وفروخت، اکاذیب کی اشاعت، علاقائیت، شخصیات کا تصادم، خیانتیں لڑائی جھگڑا، مار پیٹ کر کتمان حق غرضیکہ جاہلیت کے تمام کرتب کا ایسے موقع پر مظاہرہ ہوتا ہے پھر تنظیم جماعت کردار سازی اور تربیت کے بجائے کذب سازی اور تخریب کا اڈہ بن جاتی ہے۔ اور علاقائی یونٹ سے لے کر مرکز تک یہی ماحول ہوتا ہے بلکہ مرکز تک تشکیل تنظیم کا کام پہنچتے پہنچتے مرکز شر مجسم بن جاتا ہے اور مرکز تک عموماً ہینڈ پکڈ دھرت قسم کے لوگ رہ جاتے ہیں۔ جماعتی تنظیم کا یہ تقریبا ایک طے شدہ لائحہ عمل اور طرز عمل بن گیا ہے اور طریقہ کار میں مالی ومنصبی خیانتوں کے سوا خیر کا گذر بہت کم ہوتا ہے صرف نفس پرستی، طمع زر اور ہوس منصب ماحصل رہ جاتا ہے۔

یہ انتشار اور فساد قریہ قریہ، گھر گھر، محلّہ محلّہ، شہر شہر پھیلا ہوا ہے اور اس فساد کو بسا اوقات ضرورت بتلایا جاتا ہے اور اس کے بقا پر اصرار ہوتا ہے۔ بتلایا جائے کیا جماعت کی تنظیم کے حوالے سے جماعت کے اندر انتشار، فساد اور مالی ومنصبی خیانتوں کو گوارا کرلیا جائے۔ اگر علماء جماعت کا تنظیم کے متعلق یہی شعور ہے تو سامنے نتیجہ بھی ظاہر ہے۔ تربیت، کردار سازی، اجتماعیت اور وحدت کا کوئی شائبہ نہیں رہ گیا ہے۔

یہ انتشار جماعت کا سب سے بڑا اور مہلک انتشار ہے مگر بدنصیبی ایسی ہے کہ بہت کم اس کی طرف دھیان دیا جاتا ہے اور جماعتی تنظیم کو جماعت کا مترادف مان کر تنظیم کے

اندر جاری تمام شر وفساد کو بھی قابل تعریف مان لیا گیا ہے۔ بے بصیرتی کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے محقق قابل علامہ تقویٰ شعار بھی اس غلط فہمی کے اسیر ہیں اور جو مالی و منصبی خیانتیں بدیہی بن چکی ہیں جنھیں ایک ناخواندہ نیم پاگل بھی سمجھ اور جان لے انھیں اعلیٰ ڈگریوں کے حامل علامہ وفہامہ حضرات بھی تقدس کے دائرے میں شمار کرتے ہیں۔فکر ونظر کی ان پستیوں کے ہوتے کس طرح امید کی جاسکتی ہے کہ جماعتی تنظیم میں جاری شر وفساد اوران کے سبب پھیلا ہوا انتشار اور کذب سازی وتخریب کاری دور ہوسکتی ہے۔ اور کیسے کردار سازی، تربیت اور وحدت فکر وعمل کا نظم قائم ہوسکتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب کسی قوم میں یا کسی تنظیم اور ادارے میں یا کسی مدرسے میں مفاہمت فکری ہم آہنگی اور مقصدیت نہ رہ جائے تو شور وشر اور ہنگامے کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ جماعت کے اندر ایسا لگتا ہے جیسے چھینا جھپٹی کا ماحول بپا ہے اور کہیں چندہ کے حصول میں بازار گرم ہے۔کہیں تقریروں کی مسابقت لگی ہے، کہیں شہرت کی ہوڑ لگی ہے، کہیں افتائی بیانات کو جاری کرنے کی سرگرمی ہے۔کہیں خیالی ووہمی مشروعات کی کالا بازاری ہے۔

ان بکھرے ماحول، بکھرے خیالات، انارکی، ذہنی آوارگی کو دور کرنا اور کردار سازی، سیرت سازی، انضباط اور وحدت فکر وعمل کے لیے جدو جہد کرنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے ورنہ ہندوستان میں جماعت ومسلک کا تانا بنا بکھر کر رہ جائے گا۔

اس بکھراؤ کو ختم کرنے ، اس کے اسباب کو سمجھنے اور سیرت سازی، کردار سازی اور تربیت کا کام کرنے کا ہمارے پاس کوئی معقول نظم نہیں ہے۔اور تو اور انضباط اور افراد اور گروہوں کو ہینڈل کرنے کا سرے سے ہمارے پاس شعور بھی نہیں ہے۔جماعتی تنظیم ہی یہ ذمہ داری نبھا سکتی تھی لیکن اس نے افراد جماعت کو ایک انبوہ بنا کے رکھ چھوڑا حتی کہ علماء، اہل قلم، اصحاب فکر ونظر بھی انبوہ میں مان لئے گئے ہیں اور انتہائی درجے کے شروڈ اور عیار لوگ تنظیمی ہیکل پر مسلط ہیں اور صرف فساد اور انتشار پھیلا رہے ہیں۔

وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے کہ سارے انہدامی عمل ختم ہوں اور لوگ منابع انتشار اور شر وفساد کو سمجھیں اور جانیں اور کلین ہارٹ اور مائنڈ کے ساتھ آگے بڑھیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ زمانہ بیت گیا ہندوستان بھر میں پھیلی اہل حدیث آبادی کے کسی مسئلے کو تنظیم جماعت میں موضوع بنایا ہی نہیں گیا فقط روایتی اور آخری درجہ کے انتہائی مایوس کن لگے بندھے کاموں سے سروکار رکھا گیا اور الیکشنی وانتخابی سیاست کے ذریعے پوری جماعت کو غرق مئے فساد کر دیا گیا۔ ان المیوں پر رونے کے بجائے ایک کم سمجھ ضدی بچے کی مانند حماقتوں کو کمالات منوانے کی خواہش کی گئی اور اس کے لئے ضد کی بھی انتہا کر دی گئی۔

آج ہندوستان میں پھیلی بڑی اہل حدیث آبادی کے مشکلات ہی مشکلات ہیں۔ دوسری جماعتیں اور جماعت اسلامی جیسی بے سر پیر ناٹکی جماعت اپنے اپنے حلقے کے لوگوں کے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی تعلیمی، تربیتی، معاشی، سیاسی اور سماجی بندوبست میں لگی ہوئی ہیں۔ اور ہمارے یہاں المیہ یہ ہے کہ کبھی ان امور کو درخواعتناء جانا ہی نہیں گیا۔ اور کمالات وعزائم گنوانے کے لیے ایسی تیزی طراری ہے کہ شوری وعاملہ کی پوری میٹنگ کاموں کی جھوٹی کہانیوں اور لمبی فہرست گنوانے میں گذر جاتی ہے اور آخر میں بنارس سے سیکھا گن گرم گرم پلاؤ کھلا کر اور لوگوں کو بے وقوف بنا کر رخصت کر دیا جاتا ہے اور چاپلوسوں کی کمی نہیں ہے کہ تضحکات ومبکیات کو امتیازی خصائص میں شمار کرنے اور رذائل کو فضائل گنوانے میں بڑے طاق ہوتے ہیں۔

گھر میں جب آگ لگی ہو تو سب کچھ تہس نہس ہو جاتا ہے اور خندہ دشمنان بھی بنتی ہے اور گھر والے کی بربادی کا سامان بھی ہوتا ہے۔ گھر میں جب ڈاکہ پڑ جاتا ہے تو سب کچھ لسٹ جاتا ہے مگر دوسروں کے لیے تماشا بن جاتا ہے۔ اس وقت تنظیم جماعت کی ہو بہو یہی حالت ہے۔

اس گئی گذری حالت کو بھی لوگ محسوس نہیں کر پاتے ہیں۔ اس حالت کو اگر قوم وجماعت کے اگوا پہنچ جائیں یا ان حالات سے لاتعلقی کا اظہار کریں تو ایسی قوم لب گور پہنچ

جاتی ہے اور اگر قیادت ایسی حالت کو صحت کی علامت سمجھتی ہے تو پاگل خانہ اس کا ٹھکانہ ہونا چاہیے۔ اس بگڑی حالت کا علاج انتہائی لازمی ہے۔ آگ لگے اور ڈاکہ پڑے تو گھر میں رہنے والے کبھی باہر کی دنیا سے بھی باخبر نہیں ہو سکتے۔ بگڑی حالت انھیں اس کی مہلت ہی نہیں دے سکتی۔ انتشار و خلفشار کی حالت فرد و جماعت کی صلاحیتوں اور طاقتوں کو ختم کرنے والی حالت ہوتی ہے۔

خارجیت کی علامتیں:

خارجیت کے اسباب اور اس کے نمونے اور اس کے نتائج کے متعلق ہلکی سی روشنی ڈالی گئی۔ اس کے نتائج نہایت مہلک ہیں دور اول کے خوارج میں اور آج کے خارجیت پسندوں میں کئی چیزیں قدر مشترک ہیں۔

۱- **تقویٰ وفضل کا ادعا**: خارجیت کا سوتا انسان کا ادعائی تقوی اور فضل ہے (انھم اناس یتطھرون) یہ پاکیزہ صفات ہونے کے خبط میں مبتلا ہوتے ہیں۔ خود رسول گرامی ﷺ کے سامنے ایسے خوش فہموں نے اپنے پاکیزہ صفات ہونے کا مظاہرہ کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ذكر لرسول الله صلى الله عليه وسلم رجل ذو نكاية فى العدو واجتهاد. فقال رسول الله ﷺ ما أعرف هذا فقالوا رسول الله، نعته كذا وكذا فقال رسول الله ما أعرفه فبينما هم كذلك اذ طلع الرجل فقالوا هذا هو يا رسول الله فقال عليه الصلاة والسلام ما كنت أعرف هذا. هذا اول قرن رأيته فى أمتى، ان به لسفعة من الشيطان فلما دنا الرجل فسلم فرد عليه القوم السلام فقال رسول الله ﷺ نشدتك بالله هل حدثت نفسك حين طلعت علينا أن ليس فى القوم أفضل منك؟ فقال: اللهم نعم قال فدخل المسجد يصلى فقال رسول الله ﷺ لأبى بكر رضى الله عنه قم فاقتله فدخل ابوبكر المسجد فوجده قائما يصلى فقال أبوبكر فى نفسه ان

للصلاة لحرمة وحقا فلوا ستامرت رسول الله ﷺ؟ قال فجاء اليه فقال رسول الله ﷺ له: أقتلته فقال لا رأيته قائما يصلى فرايت فى الصلاة حرمة وحقا وان شئت أن أقتله قتلته فقال عليه الصلاة والسلام: لست بصاحبه ثم قال رسول الله ﷺ لعمرا ذهب يا عمر فاقتله. قال فدخل عمررضى الله عنه المسجد فاذا هوساجد، قال فانتظر طويلا ثم قال فى نفسه ان للسجود لحقا، ولو أنى استأمرت رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقد استأمره من هو خير منى قال: فجاء الى رسول الله ﷺ فقال عليه الصلاة والسلام أقتلته؟ قال: لا، رأيته ساجدا، ورأيت للسجود حقا وان شئت يارسول الله أن أقتله قتلته قال صلى الله عليه وسلم لست بصاحبه قم يا على فاقتله أنت صاحبه ان وجدت فدخل على رضى الله عنه المسجد فلم يجده قال فرجع الى رسول الله فأخبره فقال له رسول الله ﷺ لوقتل اليوم ما اختلف من امتى رجلان حتى يخرج الدجال (حديث ٤٩، ٥٠)(كتاب الشريعة للأجرى)

رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کا تذکرہ ہوا جو دشمن کے لئے عذاب تھا اورعبادت کے لئے ہمہ تن کوش، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اسے نہیں جانتا ہوں۔ لوگوں نے کہا اللہ کے رسول اس کی یہ صفات ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اسے نہیں جانتا ہوں۔ ان کے درمیان یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اچانک وہ شخص نمودار ہوا۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول یہی وہ شخص ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اسے نہیں جانتا تھا۔ یہ پہلی سینگ ہے جس کو میں اپنی امت میں دیکھ رہا ہوں اس پر تو شیطان کا داغ ہے۔ وہ شخص جب قریب آیا تو سلام کیا۔ قوم نے سلام کا جواب دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اللہ کی قسم دے کر پوچھا۔ جس وقت تم ہمارے سامنے نمودار ہوئے تھے کیا تمہارے دل

میں یہ بات آئی تھی کہ مسلمانوں میں تم سے افضل کوئی نہیں ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت انس فرماتے ہیں وہ مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے میں لگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ابوبکر اٹھو جاکر اسے قتل کردو۔ ابوبکر مسجد میں داخل ہوئے انھیں وہ نماز پڑھتے ہوئے ملا۔ اس پر ابوبکر نے اپنے جی میں کہا نماز کی حرمت اور نماز کا حق ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کرلوں۔ راوی کا بیان ہے وہ لوٹ کر رسول اللہ کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اسے قتل کردیا؟ ابوبکر نے کہا نہیں میں نے اسے دیکھا کھڑا نماز پڑھ رہا ہے اس لئے مجھے نماز کی حرمت اور نماز کے حق کا سمجھ خیال آیا اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں تو میں اسے قتل کردوں گا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں تم اس کے لئے نہیں ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عمر سے فرمایا اے عمر جاؤ اسے قتل کردو۔ راوی کہتا ہے عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے انھیں وہ سجدے میں ملا۔ راوی کہتا ہے انہوں نے اس کا دیر تک انتظار کیا پھر اپنے جی میں کہا سجدے کا حق ہے کیوں نہ ایسا ہو کہ رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کرلوں۔ یقیناً آپ سے اس شخص نے مشورہ کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہے۔ راوی کا بیان ہے تب وہ لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اسے قتل کردیا عرض کیا نہیں اسے میں نے سجدے میں دیکھا اور مجھے خیال آیا کہ سجدے کا حق ہے اور اگر آپ اے اللہ کے رسول چاہیں کہ میں اسے قتل کردوں تو میں اسے قتل کردوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس کے لیے نہیں ہو، اے علی کھڑے ہو اور اسے قتل کردو تم اس کے لئے ہو اگر اسے پاؤ۔ پس علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے مگر وہ انھیں نہیں ملا۔ راوی کا بیان ہے علی لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس کی خبر دی آپ نے ان سے فرمایا اگر آج وہ قتل کردیا جاتا تو دجال کے نکلنے تک میری امت میں دو آدمیوں کے درمیان اختلاف نہ ہوتا۔

یہ اور اسی مضمون کی دیگر روایتیں ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ خارجی ذہنیت کی ابتداء کیسے ہوئی اور کس طرح اسافل اور چھوٹ بھیئے حقائق واضحہ سے قطع نظر بڑوں

اور بزرگوں، علماء اور اتقیاء کے مقابلے میں خود کو متقی اور پرہیز گار ثابت کرتے ہیں۔ایک عام آدمی جس کو احادیث میں ذوالخویصرہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے کس طرح دور نبوت سے لے کر حضرت علی کے دور خلافت تک اس کی حرکتیں رہیں۔زعم باطل کا شکار عمر بھر رہا۔ اپنی پاکیزہ خونی اور تقوی وطہارت پر اسے اتنا پختہ یقین رہا کہ اس کے اوپر تمام صحابہ کرام سے زیادہ خود کو بہتر اور افضل ہونے کا خبط سوار رہا۔لیکن پہلے دن سے وہ مجرم مان لیا گیا اور اس کے قتل کا فرمان بھی بارگاہ نبوت صادر ہو گیا۔

اس کی باطنی کیفیت کو رسول گرامی ﷺ نے نمایاں کر دیا اور اس کی زبان سے اس کا اعتراف کروایا۔آج کے چھوٹ بھیئے بھی اسی طرح دل میں اپنی پاکیزگی تقدس اور برتری کا زعم باطل پالے رہتے ہیں اور علماء کے ابتر بدتر، مسترد اور مقبول ہونے کے متعلق بندروں کی طرح الٹ پلٹ کرتے رہتے ہیں۔

ان کی عبادت ورسوم عبادت موثر بھی ہوتے ہیں اور بسا اوقات لوگوں کے احترام کا باعث ہوتے ہیں لیکن اس بظاہر عبادت اور عبادت میں محنت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے۔ جب انسان اپنے تئیں یہ طے کر لے کہ وہ تمام لوگوں سے بہتر ہے خواہ کتنا کمتر ہو اور دوسرے کتنے افضل ہوں اور اس زعم باطل کی بنیاد پر علماء کو اپنے رفض وقبول کا نشانہ بنائے، اجتماعی امور دعوت وتربیت سب کو اسی اندھے کی لاٹھی سے ہانکے تو ایسے لوگ شریعت کی نگاہ میں مرفوض ہوتے ہیں اور ان کا جرم بڑھتا جاتا ہے اور اگر یہ جرم علمی تعلیمی اور دعوتی اور سماجی میدان سے نکل کر سیاسی اتھل پتھل کا سامان بنتا ہے تو شرعا ان کو قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی احکامات کی تعمیل کے ضمن میں خارجیوں سے جہاد کرنا ضروری سمجھا اور رسول پاک ﷺ کی بشارت عظیمہ سے سرخرو ہوئے۔

عبادت میں ان کی محنت اور ان کی ظاہری شکل حقیقت پسند انسان کی نگاہ میں بھی قابل اعتبار ٹھہری مگر وہ معتبر نہ قرار پائے اور ظاہری شکل وصورت کے سوا فکر وفہم بگڑا ہوا جمود

وتعطل کے شکار۔ارشاد ہے:

یحقر احدکم صلاته مع صلاتهم وصیامه مع صیامهم یقرأون القرآن ولا یجاوز تراقیهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة.

ان کی نماز کے مقابلے میں اپنی نماز اوران کے روزے کے مقابلے میں اپنے روزے کوتم میں سے کوئی بھی حقیر سمجھے گا۔وہ قرآن پڑھیں گے وہ ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

ہر دور میں خارجیت کی یہی پہچان ہے غرور زہد، پاکبازی میں دوسروں پر برتری کا یقین۔

۲۔**قلت علم** : خارجیت کا دوسرا امتیاز یہ ہوتا ہے کہ وہ علم کے چند قطروں کو سمندر سمجھنے لگتی ہے۔اور غلط استدلال اور غلط تصورات قائم کرنا ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے۔ان کی نافہمی کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: یقرؤن القرآن ولا یجاوز حناجرهم خارجی قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

آج خارجیت پسندوں کا یہ حال ہے کہ بہت سے ٹھیک سے قرآن نہیں پڑھ سکتے اور سمجھنے کا جہاں تک مسئلہ ہے وہ خارجیت اولی کے مقابلے میں قرآن نہیں سمجھ سکتے جب ان کے اندر قرآن سمجھنے کی صلاحیت نہ تھی تو آج خارجیت پسندوں کے اندر صلاحیت کہاں سے آجائے گی۔

۳۔ جھٹ دوسروں کے متعلق فیصلہ کرنا

پہلے خارجی نے رسول گرامی ﷺ کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ آپ انصاف نہیں کرر ہے ہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بینا رسول الله ﷺ یقسم ذات یوم قسما اذ قال ذوالخویصرة التمیمی یا رسول الله اعدل فقال

رسول اللہ ﷺ ویحك فمن یعدل اذا لم أعدل (بخاری ومسلم) اس درمیان کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اچانک ذوالخویصرہ تمیمی بول پڑا۔ اے اللہ کے رسول انصاف کیجئے۔ آپ نے فرمایا تیرا ستیاناس ہوا گر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا۔

خارجیت کی یہی صورت حال آج بھی ہے۔ جب رسول گرامی ان کے فتوی سے نہ بچ سکے تو پھر کون بچ سکتا ہے۔ اس وقت تمام خارجیت کے حامل اور خارجی ذہن رکھنے والوں نے علماء اور سنجیدہ طبقے کے خلاف اپنے اور غیروں کے خلاف فتوؤں کا دہانہ کھول رکھا ہے۔ ان کی نگاہ میں علماء کی حیثیت ہے نہ علمی اداروں کی ہے نہ علماء کے فتووؤں کی ہے۔ علماء کے فتووؤں، دروس اور تعلیمات کو مسترد یہ ٹھہراتے ہیں اور خود فتوی دینے بیٹھتے ہیں اور کسی کام کے نہیں ہوتے۔ ان کی فتوی بازی کفر ارتداد فسق وفجور کے درمیان رہتی ہے۔

۴۔ **بغاوت**: خارجیت کو خارجیت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس فکر کے حامل بغاوت کی ذہنیت رکھتے ہیں۔ سر پھراپن ان کی پہچان ہوتی ہے۔ ان کی بغاوت کی بے شمار قسمیں ہوتی ہیں۔ سیاسی، بغاوت، سماجی بغاوت علم وعلماء کے خلاف بغاوت، اقدار کے خلاف بغاوت، صحیح سوچ صحیح فکر اور صحیح منہج کے خلاف بغاوت، غرضیکہ سر پھراپن ان کی پہچان ہے۔

ان کی یہ بغاوت کب سینگ نکال دے؟ کب بغیر مسئلہ کے مسئلہ بنالیں؟ اور لوگوں کے لئے الجھن کا سامان بن جائے کچھ پتہ نہیں ہوتا ہے۔

۵۔ **سطحیت**: سطحیت ان کی پہچان ہوتی ہے۔ سفہاء الاحلام، احداث الاسنان کم عمر اور کم فہم لونڈے اس میں آگے ہوتے ہیں۔ باتیں بڑی دین داری کی ہوتی ہیں لیکن کل بغاوت اور بدتمیزی کی۔ ایسوں کی پہچان رسول گرامی نے بہت پہلے کرادی تھی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یخرج فی آخر الزمان قوم أحداث الأسنان سفهاء الاحلام یقولون من خیر قول الناس یمرقون من الاسلام كما یمرق السهم من الرمیة فمن لقیهم

فليقتلهم فان قتلهم أجر عندالله عزوجل (متفق عليه)

احداث الاسنان سفہاء الاحلام یہی دراصل خارجیت کے حاملین کی پہچان ہے۔ اس ضمن میں وہ سیکولر تعلیم یافتہ آتے ہیں جو دینی علوم سے بے خبر ہوتے ہیں۔ فساد و بغاوت کی باتوں کو دین کے حوالے سے بکتے ہیں۔ حلال حرام، سنت بدعت اور فکر اسلام کی پہچان نہیں رکھتے اور لمبی چھوڑتے ہیں ریاست اسلامی حکومت الہیہ اور غلبہ اسلام سے کم بات نہیں کرتے۔ ان کے علامہ ہونے کی سند ہوتی ہے جینس پر کرتا اور داڑھی اور کچھ آلے۔ اس وقت ایسے لوگوں کو دیکھ کر انقباض ہوتا ہے کہ پتہ نہیں دین و امت پر کیا غضب ڈھائیں کس کو گمراہ فاسق اور کافر کہیں گے اور کس کو جنت کی سرٹیفکٹ دیں گے اور فرشتہ بنادیں گے۔

اس سطحیت کے شکار وہ ککرمتے بھی ہیں جو کتاب وسنت کے نام پر مرجع انٹرنٹ کو بنائے ہوتے ہیں اور چند فروعی مسائل میں زندگی کو تباہ کئے ہوئے اور انھیں کو جنت وجہنم کا مسئلہ بنائے ہوئے ہیں۔

اسی زمرے میں وہ تمام انتہا پسند آتے ہیں جو فلاں فرقے کے امام مسجد کے پیچھے نماز ہونے نہ ہونے کے مسئلے کو امہات المسائل میں شامل کئے ہوئے ہیں بلکہ اکبر المسائل میں شمار کرتے ہیں۔ اسی طرح رکوع کے بعد سینے پر ہاتھ باندھنا، مدرک رکوع مدرک رکعت ہے یا نہیں ہے ملک بھر میں یہی جہلاء کٹ حجتی کرتے ہیں اور کسی لیچڑ مولوی کی غیر دانشمندانہ بات کو ایسے جنت میں جانے کا مسئلہ بنائے ہوئے ہیں کہ کسی طرح سوچنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ خارجیت پسندوں کے امام ومقتدی ہمیشہ لیچڑ قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو کم عقلوں کے لئے عذاب ہوتے ہیں۔

ان کی سطحیت کئی طرح آتی ہے۔ فکر وفہم میں سطحیت، چند جزئی مسائل کو کفر واسلام کا مسئلہ بنا کر جمے رہنے کی سطحیت، کسی معمولی سیاسی مسئلے کو لے کر سیاست بازی، انا پرستی اور ضد بازی کی سطحیت، دین کو بحیثیت ایک مجموعہ سمجھنے کے بجائے چند غیر اہم مسائل کو

ابھار کران کے پیچھے مر مٹنے کی بات کرنا۔

کسی اپنے پسند کے مولوی مسٹر اور ملا کو علامہ مان لینا اور بقیہ کسی کو درخور اعتناء سمجھنا نہ اور اسے بھی ان کی نفس پرستی کی پرورش کر کے اور اسی کے پسند کے مسائل میں گھمانا اور جیب گرم رکھنے خدمت کروانے کا بہانہ تلاش کرنا۔

اور بہت سے ایسے مولوی بھی ہیں جو خارجیت کے جذبے کو ہوا دیتے ہیں اور مسائل شاذہ کو زبردستی بتلاتے ہیں اور اپنی مجتہدانہ شان بگھاڑنے کے لئے نئی نئی حماقتیں کرتے ہیں اور کہیں بھی کووں کی طرح منہ کھول کر کائیں کرنے لگتے ہیں۔

ایسے کو قسم کے مولوی مفتی دین اور ملت کے لئے سخت مضر ہوتے ہیں اور اپنی ریا کاری اور قابلیت کے مظاہرے کے لئے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ سماج میں ایسے بدبخت شواذ پسند اور مسائل شاذہ کو ابھارنے والوں کی سرزنش ہونی چاہیے اور ان کی حماقتوں پر ان کی ملامت ہونی چاہے۔ انھیں کبھی نہ اسٹیج دینی چاہیے نہ محفل۔ تاکہ اپنے کو اہونے کا ثبوت نہ دیں، نہ عوام کو الجھن میں ڈالیں اور نہ علماء کی جگ ہنسائی کا سامان بنیں۔

۶۔ اجتماعیت اسے راس نہیں آتی

خارجیت شذوذ پسند ذہنیت، شذوذ پسند رویہ اور شذوذ پسند اخلاق کا حامل ہوتی ہے۔ اسے اجتماعیت راس نہیں آتی ہے، نہ امت اسلامیہ کے اندر وحدت پسند کرتی ہے۔ اس لئے ایسی ذہنیت کے حامل کہیں رہیں معمولی مسائل کو لے کر الگ تھلگ ہونے کا ذہن بنا لیتے ہیں اور اپنی اس مجرمانہ ذہنیت کو چھپانے کے لئے بلاوجہ کسی دوسرے پر الزام دھر دیتے ہیں یا کسی دینی مسئلہ کے حوالے سے الگ تھلگ ہو جاتے ہیں یا کم از کم اپنی امتیازی شان قائم کرنے کے لئے الگ جتھا بنا لیتے ہیں اور ایسے لوگ بہت قلیل تعداد میں ہوتے ہیں اور ان کے فکر وخیال ریت کے ڈھیر کی طرح ہمیشہ تغیر وتبدل کا شکار رہتے ہیں اور گروہ در گروہ بٹتے رہتے ہیں اس طرح کا واقعہ اکثر جگہوں پر پیش ہوتا رہا ہے۔ علی گڈھ میں ایک گنجان محلے میں کتاب وسنت کی صحیح تعلیم کا چرچا ہوا۔ آہستہ آہستہ ایک جماعت بن گئی

اور مسجد کی تعمیر ہوگئی۔ چند سر پھرے چند مسائل کی آڑ لے کر اپنے ہی کاز کی مخالفت کرنے لگے اور اپنی انا کی تسکین اور امتیازی شان کو قائم رکھنے کے لئے اسی محلے میں دو ایک کلو میٹر دور مسجد بنالی۔ خیر بنالی اچھا کیا لیکن لڑ بھڑ کر ہر فرد الگ جماعت بن گیا۔

حالیہ سالوں میں پتہ لگا کیرالہ میں چند سر پھرے لونڈوں نے فیصلہ کیا کہ زندگی اب معاشرے میں نہیں گذاری جاسکتی۔ اصول الشجرہ تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کے نزدیک تمدنی اور تنظیمی زندگی سب بدعت قرار پائی انہوں نے آبادی سے باہر زمین لی اور وہاں ایک مسجد بنائی۔ بجلی پانی اور دیگر تمدنی جلوؤں سے دور رہنے کی کوشش کی گئی کہ دور نبوت کے طرز کی تمدنیات سے دور زندگی ہو۔ چند لوگ ساتھ تھے آپس میں لڑے، مولوی جوان کا قائد تھا اسے پہلے اس گروہ نے نکال باہر کیا اور لڑ بھڑ کر سب تہس نہس ہو گئے۔

خارجیت دراصل ایک کھجلی ہے۔ جسے یہ کھجلی لگ جاتی ہے وہ خارش زدہ بن کر رہ جاتا ہے اور خارشتی اونٹ کی طرح معاشرے سے، اجتماعیت سے، معقولیت سے خود نکل جاتا ہے یا اسے نکال دیا جاتا ہے۔

۷۔ **تضاد**: خارجیت کی ایک صفت یہ ہے کہ اس کے اندر تضاد پایا جاتا ہے چونکہ وہ کم علم ہوتے ہیں اس لئے اپنے محدود دائرۂ علم سے باہر دیگر امور دین اور عملی زندگی میں دین کی تعلیمات کو برت نہیں پاتے ہیں اور ہمیشہ تضاد کا شکار رہتے ہیں۔ حروریوں کا طائفہ نے جب اپنے زعم کے مطابق حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں کی تکفیر کی اور سب سے الگ ہو گئے تو ان کا یہ حال تھا کہ کسی مسلمان کو پاتے تو قتل کر دیتے اور کسی معاہد اور کافر کو پاتے تو اس سے کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ نہ کرتے۔

آج کے خارجیت پسندوں کا یہی حال ہے۔ تضادات کے شکار فتوی کی زبان میں ووٹ دینا حرام اور اس ملک میں رہنا جائز جہاں وہی قانون کلی طور پر لاگو ہے جس کی بناء پر ووٹ دینا حرام ہے یہی ان کا تضاد ہے۔ اگر خارجیوں کے پاس عقل وفہم ہوتا تو ان کی سمجھ میں آتا کہ ان کے اصول کے مطابق جس طرح غیر اسلامی دستور ہونے کی وجہ سے یہاں

ووٹ دینا حرام ہے اسی طرح اس غیر اسلامی دستور کی وجہ سے اس ملک میں رہنا حرام ہونا چاہیے۔اسی طرح یہاں کے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنا حرام ہونا چاہیےاس لئے کہ سب اسی دستور کے مطابق ہوتا ہے۔اس طرح یہاں گھر بنانا،تجارت کرنا،اولاد پالنا سب حرام ہونا چاہیے۔خصوصا اس مسلم یونیورسٹی میں میں رہنا تو ایسے پاک بازوں اور حکومت الھیہ،خلافت اسلامیہ قائم کرنے والوں کے لئے اشد حرام ہونا چاہیے کہ یہاں سیکولر تعلیم دی جاتی ہے اور سارے سود خور حرام خور بنیوں کے ٹیکسو کے پیسوں سے یونیورسٹی چلتی ہے۔ ایسے پاکبازوں کے لئے تو غیر اسلامی اسٹیٹ کی ہوا پانی دانہ سب حرام ہونا چاہیے۔

انٹرنیٹ ملا اور میڈیائی دعوتی جوکروں کے نزدیک علماء بے وقعت ہیں اور ان سے تعاون لینا درست نہیں ہے۔ان کے نزدیک علماء جاہل اور فاسق ہیں۔ان گنواروں کا تضاد دیکھئے کہ علماء مسترد ہیں لیکن انھیں میں سے کوئی لیچڑ ان کا امام بن جاتا ہے اور ان پر یہ حدیث صادق آتی ہے۔ یجعلون رؤسهم جهالا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا جاہلوں کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں پھر وہ بغیر علم فتوی دیتے ہیں پھر خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔گنوار اور مفاد پرست خود فرشتہ صفت بنتے ہیں اور علم وعلماء کو اپنی ہوس پرستی کے سبب رد کرتے ہیں اور روزی روٹی کا مسئلہ ہو تو کسی بھی فاسق فاجر کو اپنا آقا اور امام بنانے میں دیری نہیں کرتے ہیں۔ان کی فرشتہ خوئی کی پرواز بس اتنی ہی ہے کہ علم وعلماء کو رد کردیں اور اس سے آگے تضاد ہی تضاد ہے۔ایسے نیک لوگوں کے اصول کے مطابق تو مسلم یونیورسٹی میں انھیں پڑھنا نہیں چاہیے کیونکہ قائم کرنے والا خود ہی ان کے اصولوں کے مطابق مسترد ہے۔یونیورسٹی سیکولر ہے تعلیم سیکولر ہوتی ہے۔اس کا خرچہ غیر دینی حکومت دیتی ہے اور پیسے عموما پاپیوں سود خوروں کے ٹیکس کا ہوتا ہے اور پڑھانے والے بھانت بھانت کے نیک وبد فاسق وفاجر مسلمان اور کافر ہوتے ہیں۔دین داری کا اصول ہر جگہ لاگو ہونا چاہیے۔ایسے منافقوں مفاد پرست تضاد پسندوں کے لئے ہے(افتومنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض فما جزاء من يفعل ذلك منكم الا خزى

فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ)

ایسے پاک باز خارجیت پسندوں کے لیے ان کا اسلامی اصول بس وہیں تک چلتا ہے جہاں تک ان کی ہوس رانی اور نفس پرستی پوری ہو سکے اور تضاد پسندی ظاہر ہو سکے۔ ان کی ہوس بس یہ ہے کہ علم وعلماء سے تعلق کاٹ لیں تاکہ مفتی مبلغ داعی قائد لیڈر بننے میں آسانی ہو اور کبر وغلو کی نفسیات کو تسکین مل سکے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے۔

جس پاک بازی کی بنیاد پر ایسے لوگ خود کو الگ کرتے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ سب سے پہلے اس یونیورسٹی سے ناطہ توڑ لیں اس لئے کہ ان کی پاک بازی کے عین ضد ہے کہ یونیورسٹی میں پڑھیں اور رہیں۔ فتوی بازی اور لیڈری کے لئے علماء مسترد درست نہیں اور دنیا بنانے کے سب درست۔ فاسقوں سے سبق پڑھیں، فساق کے ساتھ رہیں اور سیکولر یونیورسٹی میں غیر دینی پیسوں سے کیریر بنائیں۔ ایسے تضاد پسند بہروپیوں اور منافقوں اور مجرموں کے لئے کیا سزا تجویز ہو؟ سمجھانے بجھانے کے بعد اگر یہ نہ مانیں تو کم از کم انھیں گمراہ اور اچھوت تسلیم کر لینا چاہیے تاکہ ان کی چھوت دوسروں تک نہ پہنچے۔ یہ اپنی ذہنیت کے اعتبار سے بدعتی ہیں۔

خارجیت ایک جرم ہے:

خارجیت کسی بھی معنی میں اسلام میں قابل قبول نہیں ہے۔ خارجیت جرم ہے اور خارجیت اپنے تنوع کے اعتبار سے اپنے جرم میں متنوع ہے۔ اسلامی ریاست کے خلاف خارجیت قابل گردن زدنی جرم ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أما الخوارج فهم جمع خارجة اى طائفة، وهم قوم مبتدعون سموا بذلك لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيار المسلمين....وكان يقال لهم القراء لشدة اجتهادهم فى التلاوة والعبادة الا أنهم كانوا يتأولون القرآن على غير المرادمنه، ويستبدون برأئهم ويتنطعون فى الزهد والخشوع وغير ذلك

(الفتح:۱۲/۲۹۶)

خوارج کی تفصیل یہ ہے کہ وہ خارجۃ یعنی طائفہ کی جمع ہے۔ یہ بدعتی لوگ ہیں۔انھیں بدعتی قرار دیا گیا کیونکہ وہ دین سے نکل گئے اور خیار مسلمین (اچھے مسلمانوں) کے خلاف بغاوت کی...انھیں قراء بھی کہا جاتا تھا کیونکہ یہ عبادت اور تلاوت میں بڑی محنت کرتے تھے البتہ یہ قرآن کا وہ مفہوم نکالتے تھے جو ہوتا نہیں تھا اور اپنی رائے پر اڑے رہتے تھے اور زہد وخشوع وغیرہ میں انتہا پسندی اختیار کرتے تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں: (قاضل القاضی : اجمع العلماء على ان الخوارج واشباههم من أهل البدع والبغى متى خرجوا على الامام وخالفوا راى الجماعة، وشقوا العصا، وجب قتالهم بعد انذارهم، والاعتذار اليهم (شرح المسلم-۱۰۶۶)

علماء کا اجماع ہے کہ خوارج اور ان جیسے بدعتی اور باغی ہیں جب یہ امام کے خلاف بغاوت کریں اور جماعت کی رائے کی مخالفت کریں اور اختلاف پھیلائیں تو ان کو انذار کرنے اور ان سے شرعی عذر بیان کرنے کے بعد ان سے قتال واجب ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں (هذه النصوص المتواترة عن النبى ﷺ فى الخوارج قد ادخل فيها العلماء لفظا ومعنى من كان فى معناهم من اهل الاهواء الخارجين عن شريعه الرسول ﷺ وجماعة المسلمين بل بعض هولاء شرمن الخوارج الحرورية... والنبى صلى الله عليه انما ذكر الخوارج الحرورية لانهم أول صنف من اهل البدع خرجوا بعده بل اولهم خرج فى حياته فذكرهم لقربهم فى زمانه وهولاء الرافضة ان لم يكونوا شرا من الخوارج المنصوصين فليسوا دونهم فان اولئك انما كفروا عثمان دون من قعد عن تقال اومات قبل ذلك والرافضة كفرت أبا بكر وعمر وعثمان ، وعامة المهاجرين

والأنصاروالذين اتبعوهم باحسان الذين رضى الله عنهم ورضوا عنهم ، وكفروا جماهير أمة محمد صلى الله عليه وسلم من المتقدمين والمتاخرين (مجموع الفتاوی)

خوارج کے متعلق نبی ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ان نصوص کے ضمن میں لفظا و معنی علماء نے ان ہوس پرست لوگوں کو بھی شامل کیا ہے جو ان کے ہم خیال ہیں اور شریعت رسول اور جماعت المسلمین سے نکل گئے ہیں بلکہ بعض یہ بدعتی حروری خوارج سے برے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے حروری خوارج کا ذکر محض اس لئے کیا ہے کیونکہ اہل بدعت میں وہ سب سے پہلی قسم ہے جو آپ کے بعد ظاہر ہوئے بلکہ بدعتی اول آپ کی حیات میں ظاہر ہو چکا تھا، اسی لیے قرب زبان کے سبب ان کا ذکر کیا گیا۔۔ یہ رافضی اگر منصوص علیہم خوارج سے زیادہ برے نہیں تو ان سے کم بھی نہیں ہیں اس لئے کہ خارجیوں نے صرف حضرت عثمان اور حضرت علی کی تکفیر کی تھی جن لوگوں نے قتال نہیں کیا تھا یا انتقال فرما چکے تھے انھیں کچھ نہیں کہا تھا اور رافضہ نے ابوبکر، عمر، عثمان اور عام مہاجرین وانصار اور جو بھلے طور پر ان کی راہ پر چلے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے۔ ان سب کی تکفیر کی اور متقدمین ومتاخیرین جمہور امت کی تکفیر کی۔

علماء کے ان اقوال دینیہ سے جو احادیث وآیات کی روشنی میں ہیں یہ طے ہوتا ہے کہ خروج وتکفیر اور بغاوت کا وہ کارنامہ جو خوارج اولین حروریوں نے دیا تھا اور پہلی قوم تھی جس نے نفس پرستی اور بدعت ایجاد کی۔ وہ امت محمدیہ میں فتنوں اختلاف اور بدعت تکفیر وخروج کے بانی قرار پائے اور ان کی سزا یہ تھی کہ ان سے قتال واجب تھا۔

ان کے جیسے اعمال ،سوچ، ذہنیت اورنظریہ کے لوگ کسی دورمیں اگر پائے جائیں گے ان پر بھی انھیں خوارج کا حکم لگے گا۔نصوص دین صرف حروری خوارج کے لئے خاص نہیں تھے۔

خارجیت کی قسمیں:

خارجیت کی مختلف قسمیں ہیں ، سیاسی خارجیت، تکفیری خارجیت ، عملی ودعوتی خارجیت، سماجی خارجیت، یہ ساری خارجیتیں ایک ساتھ جمع ہوسکتیں ہیں اورالگ الگ ہوسکتی ہیں ۔حروری خارجیوں میں یہ تمام خارجیتیں جمع ہوگئی تھیں اس لئے ان کوسمجھانے بجھانے کے بعد نہ ماننے پر قتل کرنے کا حکم دیا گیا اور آخرت میں انھیں (کلاب النار) کہا گیا ہے یعنی جہنم کے کتے چونکہ وہ دنیا میں خیر اور اخیار کے خلاف بھونکتے رہے، انھیں فاسق فاجر کافر اور مرتد کہتے رہے اور انھیں قتل کرنے کا عقیدہ رکھتے تھے اس لئے انھیں جہنم کی سزا ملی اور دنیاوی عمل کے مطابق انھیں آخرت میں مستقل ایک نام ملا۔

مختلف ادوار میں خروج اور خارجیت کا رواج رہا لیکن اس دور میں خروج اور خارجیت کے اسباب بڑھ گئے ہیں ۔سیکولر ماحول اور سیکولر نظریہ ، جمہوری نظام ،علم کی کمی، ہوس کی زیادتی، قیادتیں قائم ہونے کی آسانی ، ہوس زر، زندگی کے تضادات ،حکمرانوں کا ظلم وجبر، علماء کا تساہل، ناکامیاں اور مایوسیاں، ذہنی الجھنیں اور نفسیاتی دباؤ، خوش فہمیاں ،عیاریاں بہت سے اسباب ہوتے ہیں خارجیت کے۔

اس دور میں کہیں کہیں حروری خارجیت بھی پائی گئی ۔شبہات کی بناء پر تکفیر وتفسیق اورارتداد کے فتوے دینے والے، قتل کرنے اوراہلاک حرث ونسل کے قائل مفسدین ، اسلامی نظم کے باغی، مسلم معاشرے کو جاہلی معاشرہ بتلانے والے ۔ بدعت تکفیر وتفسیق وارتداد یہ سب سے پہلی بدعت ہے اور آج بھی یہ بدعت بہت بھاری شکل میں موجود ہے ۔ایسے لوگ جیسا کہ پہلے بتلایا گیا سمجھانے بتلانے کے بعد بھی نہ مانیں تو انھیں امت کا باغی اور مجرم قرار دیا جائے گا ۔جہاں اسلامی اسٹیٹ نہیں ہے وہاں خروج وبغاوت کا تصور نہیں ہے لیکن پھر بھی خارجیت کی خارش زدگی اگر انسان کو اہلاک حرث ونسل پر آمادہ کرے اور بلا وجہ معصوموں کی جان مارے اور اپنی من مانی کرے تو وہ بھی شریعت کی نگاہ میں مجرم ہوگا اور سزا کا مستوجب ہوگا۔

وہ لوگ جو دعوتی اور علمی خارجیت کے شکار ہیں اور علم وعلماء کے بجائے ، اپنے جہل

کے باوجود مفتی، داعی قلمکار اور دانشور بنتے ہیں وہ بھی شریعت کی نگاہ میں مجرم ہیں۔ اور دین کے کئی اصولوں کو توڑتے ہیں۔

(۱) علم دین کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے ہیں اور نااہلیت کے باوجود علماء عوام اور دین دعوت دین کے متعلق فیصلہ کرتے اور فتوی دیتے ہیں۔

(۲) (قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون) (انما يخشى الله من عباده العلماء) (ان تودوا الأمانات الى اهلها (وآت كل ذى حق حقه) (من آذى لى وليا فقد آذنته بالحرب (وفوق كل ذى علم عليم) کے اصول کو توڑتے ہیں۔

(۳) چند محدود مسائل میں محصور ہو کر دیگر ہر شے کو غیر اہم بنا دیتے ہیں اور دین میں من مانی کرنے اور فساد پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔

۴۔ فتوی بازی میں بڑی تیزی دکھلاتے ہیں۔ حلال حرام، کفر و اسلام، تفسیق و تفجیر کا کام دھڑلے سے کرتے ہیں۔

۵۔ اسلام کے بنائے ہوئے علمی اصولوں کو توڑتے ہیں اور جاہلوں کو سردار بنا کر اضلال و تضلیل کا کام کرتے ہیں۔

۶۔ نفس پرستی نیتائی، خوش فہمی کا روگ پالتے ہیں اور لوگوں کے اندر ارتیاب و تردد پیدا کرتے ہیں اور جلد جلد موقف بدل کر لوگوں کے لئے حیرانی اور الجھن کا باعث بنتے ہیں اور انتشار کا سبب بنتے ہیں۔

دعوتی اور علمی خارجیوں کے کھاتے میں جرائم کی یہ شکلیں آئیں گی۔ ان کا ازالہ کرنا واجب ہے اور یہ کیفیت دور کرنی ضروری ہے ورنہ ان کے سارے اعمال خیر بھی مردود ہوں گے جیسے حروریوں کو ان کی ساری عبادتیں وریاضتیں ان کے کافر ہونے اور قتل کئے جانے سے روک نہ سکیں۔

تحریکیوں کی خارجیت، رافضیت، انکار حدیث انکار صحابہ، انکار الوہیت، تعقل پرستی،

عدم منہجیت ان کو کلی طور پر مسترد ٹھہرانے کے لئے کافی ہے۔ تحریکیوں کو اہل سنت میں شمار ہی نہیں کرنا چاہیے۔ موجودہ دور میں یہ سب سے زیادہ لغو باطل اور فتنہ پرور ہیں ان کی حیثیت کلی طور پر مرفوض ہے۔

علاج:

خارجیت کا سب سے بڑا علاج اسلامی عدالت تھی۔ اس کے ذریعے ان کی سزا ہو سکتی تھی۔ اسلامی عدالت انھیں سمجھا سکتی تھی یا پھر قرار واقعی سزا دے سکتی تھی۔ چونکہ ہندوستان میں ایسا کچھ نہیں ہے اس لئے اسلامی انجمنیں اس کا تدارک کر سکتی تھیں۔ یہ بھی نہیں ہے۔ جماعت اسلامی اپنے خارجیت پسندوں کو بڑھاوا دیتی ہے۔ خارجیت ہی مودودی کا سرمایہ تھی اور ان کی خارجیت ان کے مریدوں اور حلقے میں مرکب خارجیت کی شکل لے چکی ہے اور دین وملت کے لئے عذاب ہے۔ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث پر بچہ سقہ کی حکومت قائم ہے اور جماعت کے جتنے چھٹے ارازل اور اسافل ہیں اس پر مسلط ہو چکے ہیں اور نا اہل و بدعنوان قیادت کو کیا پتہ موجودہ خارجیت کیا ہے وہ تو اپنے بچاؤ کے لئے ایسے خارجیت پسند خارش زدہ لوگوں سے تعاون حاصل کر سکتی ہے۔ اس کی تو حالت ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے۔ اور وہ خود ملک کے اہل حدیثوں کے لئے اضطراب، الجھن انتشار، پریشانی اور تباہی کا سبب بنی ہوئی ہے بلکہ خارجیت پسندوں سے زیادہ جماعت اور مسلک کے لئے مہلک ہے۔ خارجیت کی اصلاح کا یہ سہارا ابھی نہیں رہا۔

علماء اثبات کے ذریعہ اس کا ازالہ ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی ایک مشکل امر ہے۔ میڈیائی دعوتی جوکر کو بہت سے علماء نے اپنا آقا اور امام بنالیا ہے اور اس کے کروتیجز اور تعلیمی مافیا ہونے میں مددگار بنے ہوئے ہیں۔ نہ اس کا احتساب کر سکتے ہیں نہ اس کو راہ راست پر لا سکتے ہیں۔ اس کو سبق پڑھا کر اس کا آموختہ سنتے ہیں اور دین کے نام پر اس کے دجل و مکر اور خارجیت کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔

خارجیت کے سارے علائم و آثار جماعت اسلامی اور جماعت اہل حدیث میں ہیں

انھیں یہی سدھار سکتے ہیں۔ جماعت اسلامی کا مسئلہ الگ ہے، خارجیت ہی ان کی تمام جدوجہد کا حاصل ہے۔ جماعت اہل حدیث کے لئے خارجیت کسی معنی میں قابل قبول نہیں ہے۔ یہ اعتقادی مسئلہ ہے خواہ وقت زمانہ اور ملک کیسا بھی ہو خارجیت کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔ لیکن اس کا علاج مشکل ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس وقت یہی ممکن ہے کہ علماء اثبات موجودہ خارجیت کے اسباب وعلل عواقب ونتائج کو جانیں اور اصولی بنیادوں پر خارجیوں کو سمجھائیں اور اس کے ازالہ کی کوشش کریں۔

اس وقت جماعت اہل حدیث کے لئے سب سے بڑا خطرہ دیوبندیوں کی سازش نہیں ہے۔ اس سے بڑا خطرہ جماعت میں ہر جگہ بننے والی لامحدود خارجیت کے علائم وآثار ہیں۔ اگر جماعت کے باشعور علماء نے اس پر کنٹرول کرنے کی کوشش نہیں کی تو پوری جماعت مستقلا فکری طور پر سروری ربیعی قسم کے دو فکری گروپوں میں بٹ جائے گی۔ انٹرنٹ ملاؤں نے سعودی عرب، یمن، برطانیہ اور مصر کے سارے انتشاری فتنوں کو ہندوستان میں امپورٹ کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کا مرکزی سنٹر بنگلور بنا ہوا ہے اور دوسری جگہوں پر بھی ان فتنوں کو پھیلایا جا رہا ہے۔ تحریکیت ایک شجر ممنوعہ ہے اس کا اثر بد سروری سوچ ہے اور اس پر رد ربیعی جدوجہد ہے۔ شیخ ربیع نے تحریکیت کے اثر بد سے سلفی دعوت کو بچانا چاہا لیکن ان کی جھود کو تحریکیوں نے ایسا اچھالا گویا کفر کا اسلام پر یلغار ہو گیا اور تحریکیوں نے اپنے جھوٹے پروپیگنڈوں کے ذریعہ انھیں بدنام کیا پھر یہ کہ تحریکیوں نے جہاد اور فساد کو مدغم کر کے اس فتنے کو بھی ان کے خلاف استعمال کیا۔ خارجیت پسندوں نے کل دینی تعلیمات کو نظر انداز کر کے ردوقدح کے سائے میں خیمہ زن ہونے کا فیصلہ کر لیا اور پھر انتشار، خلفشار، فتنہ وفساد کی ہر طرف ہوا چل پڑی۔ انٹرنیٹ ملا اسی پر جی رہے ہیں اور مگرمچھوں کی طرح دین کے لئے جعلی آنسو بہاتے ہیں اور علم وعلماء کا شکار کرتے ہیں اور دعوت وتبلیغ تعلیم وتربیت کو اپنی انا کی تسکین کا سامان بناتے ہیں۔

ہم شکوہ کس سے کریں۔ ہمارے علماء قال مست، قائدین حال مست اور اہل ثروت

مال مست ہیں۔ بات بنے تو کیوں کر بنے۔ جماعتی تنظیم میں کانگریسی نظام لاگو رہا۔ آزادی کے بعد سے اب تک لوگ اس کا زہر پیتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت کے لئے علماء عظام موامراتی سیاست کرتے رہے۔ چوپالی سیاست سے لطف اندوز ہوتے رہے اصولی زندگی اور اصولی تنظیم چلانے کے خوگر نہ ہوسکے اس لئے ہمارے علماء میں بصیرت وبصارت کی اتنی کمی ہے کہ انھیں اصغر جیسا خائن، نااہل اور بدعنوان بھی امام اکبر معلوم ہوتا ہے اور جسے چند دن برداشت نہیں کرنا چاہیے وہ ۱۴ سالوں سے جماعت پر بھوت بن کر مسلط ہے اور وہ اس کو کمال سمجھتا ہے۔ پورے ملک کے اہل حدیثوں کے ساتھ غداری کرکے وہ اپنی قسمت کو نہیں روتا ہے فخر سے پھولا نہیں سماتا ہے دراصل ہماری اپنی تضاد پسندیوں، غفلتوں اور بے اصولیوں کی وہ سزا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر سے سزا کے طور پر مسلط کیا ہے اور اس کے لئے یہ سزا ہے کہ اسے بدعنوانیوں، خیانتوں نااہلیوں سے توبہ کرنے کی توفیق نہیں مل پا رہی ہے۔ شیطان نے اس کے سیاہ کرتوتوں کو اس کے لئے سجا دیا ہے اور اس شیطانی تزئین کاری کا اسیر بن کر رہ گیا ہے۔ تبھی انتشار وخلفشار کو وہ قمیص عثمان کہہ رہا ہے سبحان اللہ، سیاہ کاریوں کے اندر اتنی جرأت سبحان اللہ وہ تو ایسے ہی ہے جیسے ابلیس نے جب جنگ بدر کا نقشہ دیکھا تو بھاگنے لگا۔ ابوجہل کے لشکر نے اسے عار دلایا تو کہا میں جو جانتا ہوں تم نہیں جانتے (انی اخاف اللہ) جنگ بدر میں ابلیس بھی متقی بن گیا ۔اسی طرح اصغر میاں پر جب ان کی نااہلیوں، بدعنوانیوں، مالی ومنصبی خیانتوں پر اعتراض ہوا تو مظلوم عثمان رضی اللہ عنہ بن گئے یہ ہے ابلیسی تقوی۔

بہرحال علمی ودعوتی خارجیت کے لئے اصول بیان کئے جاسکتے ہیں۔

- افتاء کا کام علماء اثبات کا ہے اور جس کو یہ ذمہ داری کسی اتھارٹی کی طرف سے سونپی گئی ہو۔ ہر کہ ومہ کے لئے فتوی دینا حرام ہے خاص کر امور جدیدہ اور مشکلات وفتن میں۔
- تکفیر وتفسیق کا فتوی دینا حرام ہے۔ ان کا تعلق اضطراری امور سے ہے۔ جب

کوئی چارہ نہ ہوتو ایسا فتوی دیا جا سکتا ہے۔

- اصحاب افتاء ہی فتوی دے سکتے ہیں۔

- دعوت وتبلیغ کے لئے تقوی، اخلاص عمل، علم حکمت شرط ہے اور منہجیت ضروری ہے۔ ہر امتی دعوت دے سکتا ہے لیکن ہر شخص بس اپنی صلاحیت بھر سے آگے نہ نکلے۔ صلاحیت سے آگے نکلنا حرام ہے۔

- دعوت کو کمائی اور شہرت کا ذریعہ بنانا حرام ہے۔

دعوت کی بنیاد تزکیہ، تعلیم اور تربیت ہے، ابلاغ نہیں ہے۔ اگر دعوت محض ابلاغ بن جائے، تعلیم تزکیہ اور تربیت سے خالی ہو وہ فتنہ ہے۔

- علماء کا مقام کتاب وسنت سے طے ہے۔ وہ دین کے اتھارٹی ہیں۔ علماء اثبات قیامت تک دین کے رہنما اور قائد تسلیم کئے گئے ہیں۔ ان کو تسلیم نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح علماء سوء کے پیچھے بھاگنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ علماء اثبات کو نہ نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ ان پر جمود اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ان کو نظر انداز کرنے کا پیش خیمہ خارجیت ہے اور ان پر جمود اختیار کرنا انھیں اربابا من دون اللہ بنانا ہے۔

- علماء اثبات اور علماء سوء کی علامتیں ہوتی ہیں اور ان کی پہچان ہوتی ہے۔ ان کی پہچان کرنا، علماء اثبات سے استفادہ کرنا اور علماء سوء سے دور رہنا لازمی ہے۔

- دین کو اپنی پسند کا نہیں بنانا چاہیے، نہ کسی عالم کی پسندیدہ آراء کو مطلقا دین ماننا چاہیے۔ یہ عقیدہ ہونا چاہیئے اور اسی کے مطابق دین کی معرفت حاصل کرنی چاہیے کہ دین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہے جس طرح اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے سمجھا ہے اس طرح ہم سمجھیں گے اور اسی طرح اس پر ہم عمل کریں گے۔

دعوت وتبلیغ فیشن نہیں ہے، بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر صحیح ڈھنگ کی دعوت وتبلیغ ہے تو دنیا وآخرت کی کامیابی ہے اور اگر غلط ڈھنگ کی ہے تو تباہی طے ہے۔ صحیح ڈھنگ کی دعوت سے اصلاح اور ہدایت کا کام ہوتا ہے اور غلط قسم کی دعوت سے گمراہی پھیلتی ہے۔ غلط

تبلیغ میں نااہلی ، شہرت ودولت کی طلب ، بدعات اوراکاذیب کی آمیزش، تخریب پرستی ، بدعت، خروج وغیرہ داخل ہیں۔

- دعوت اللہ تعالی کی جانب ہو۔نہ ذات عبد کے لئے ہو، نہ حزب وجماعت کے لئے ہو، نہ بغاوت وبدعت کے لئے ہو۔

- دعوت میں جدال، لعنت اورافساد کی بات نہ ہوخالص کتاب وسنت کے لب ولہجے میں ہو۔

- دعوت وتبلیغ میں کلی ذمہ داری علماء اثبات کی ہواوران کی طرف رجوع کیا جائے۔

دراصل سارے دینی امور کی دیکھ ریکھ کے لئے قاعدہ قانون بنانے کے لئے ، ہرفیلڈ میں گائڈ کرنے کے لئے ایک دینی اتھارٹی کی شدید ضرورت ہے ۔اس کے لئے بار بار ہیئۃ کبار علماء کی بات کی جاتی ہے۔اس کی ضرورت کا شدت سے احساس دلایا جاتا ہےلیکن اس سلسلے میں کوئی اقدام کرنے کو تیار نظرنہیں آتا ہے۔قریباتیس سالوں سے جماعتی تنظیم میں اس کے قیام کی بات کی جارہی ہےلیکن دلوں کا عقدہ اب تک نہیں کھل سکا۔

بنارس کے ۵۔۶ مارچ کے اجتماع میں اس پر بات آئی تھی کہ ایک موثر مضبوط ہیئۃ کبار علماء کا قیام لازمی ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ اس کا قیام جامعہ سلفیہ بنارس میں ہواوروہ پوری جماعت کا نمائندہ ادارہ ہوجامعہ سلفیہ کا جزبن کرعلاقائی نہ بن جائے۔ کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ اس کا قیام مرکزی جمعیۃ کے تحت دلی میں ہو۔اس کی الجھن یہ ہے کہ مرکزی جمعیۃ ایک مکتب چلانے کی صلاحیت پیدا نہ کرسکی اور ہرادارہ کوکھیل تماشا بنادینے میں پلس ہے۔ المعہد العلمی کس شان سے چلاتی ہے سب کو پتہ ہے۔ دنیا میں واحدممتاز ادارہ ہے کہ اساتذہ کبھی دس اوراعلی تعلیم یافتہ اورطالب علم ایک۔ ایسا لگژری ادارہ امریکہ میں بھی نہیں ہے کہ ایک طالب کودس اساتذہ پڑھانے کے لئے بیٹھے ہوں۔عموما وہاں طلباء اقلیت میں اوراساتذہ اکثریت میں رہتے ہیں۔ وہاں اگر ہیئۃ کبارعلماء قائم ہوتواس کے ممبران کیسے ہوں گے سارے کباڑیئے لپاڑیئے اورپٹیے اس میں بھر جائیں گے اوراسے چندہ کا دفتر

بنادیں گے۔

بنارس میں جب اس کے قیام کا ذکر آیا اور یہ کہ وہ آزادادارہ ہوگا تو ذمہ داروں کی طرف سے مکمل خاموشی جیسے انھیں سانپ سونگھ گیا اور رپورٹوں میں اس کا کہیں ذکر ہی نہیں آتا ہے۔اب آدمی ایسی صورت میں کرے تو کیا کرے۔

بہرحال معتبر ہیئۃ کبار علماء کا قیام اشد ضروری ہے۔معتبر سے ہماری مراد ہے کہ اس میں اصحاب بصیرت، مخلص، ذی علم سنجیدہ علماء کا نام آئے اور وہی ممبر بن سکیں۔ ڈھیلے ڈھالے نہ ہوں، علاقائیت کی خارش سے پاک، ذات برادری کے جاہلانہ تعصب سے صاف، تنگ نظری اور مفاد پرستی سے مبرا، علمی شخصیت کے حامل لوگ ہی اس میں آئیں۔ کرپٹ، بدنام، اوتھلے، نیتا گیری کرنے والے، ہردم یافت کی دہائی لگانے والے اس سے دور رہیں تو اچھا ہے۔اس کا ایک مختصر خاکہ بہتر ہوگا۔

سکریٹریٹ، اس کا مستقل مدیر اور چار آدمیوں کا اسٹاف اور ایک کاونسل باڈی ۷ر آدمیوں پر مشتمل جو ارکان ہیئۃ میں سے ہوں گے اور ممبران کی تعداد بروقت ۲۰ ہو اور حسب تجربہ وضرورت اور سرگرمی بڑھے تو حک واضافہ ہوتا رہے صدارت دورہ کے حساب سے۔ جن کا انتخاب سینئر علماء میں سے ہوگا اور دورہ ایک سال کا ہوگا۔

ممبران میں حسب ذیل افراد قابل غور ہوں گے۔

۱۔مولانا یعقوب بابا	کشمیر
۲۔مولانا عبدالعظیم	مدراس
۳۔مولانا عبدالحسیب	کرناٹک
۴۔مولانا عبدالحکیم مدنی (کاندیولی)	ممبئی
۵۔مولانا ابورضوان صاحب	مالیگاؤں
۶۔ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب	مالیگاؤں
۷۔ڈاکٹر سعید احمد عمری	آندھرا پردیش

۸۔مولانا عبدالبر صاحب	دہلی
۹۔مولانا اسعد اعظمی صاحب	بنارس
۱۰۔مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم	مئو
۱۱۔مولانا مظہر علی (فیض عام)	مئو
۱۲۔مولانا ابوالقیس عبدالعزیز	ابن تیمیہ، بہار
۱۳۔مولانا ارشد فہیم الدین	ابن تیمیہ، بہار
۱۴۔مولانا وصی اللہ عبدالحکیم	سدھارتھ نگر
۱۵۔مولانا عبدالمنان سلفی	سدھارتھ نگر
۱۶۔مولانا مطیع اللہ	سدھارتھ نگر
۱۷۔مولانا صلاح الدین	دہلی
۱۸۔عبدالمعید	علی گڑھ
۱۹۔ڈاکٹر عبید الرحمٰن	دہلی
۲۰۔ڈاکٹر اقبال احمد بسکوہری	مالیگاؤں

یا کم از کم دعوتی کاؤنسل قائم کرنا ضروری ہے جس کا کام کم از کم دعوتی امور میں دیکھ ریکھ، رہنمائی، جائزہ، نقد و نظر، ترشید و تنقیح ہو اور جو دعوتی سرگرمیوں پر بھر پور نظر رکھ سکے۔ دعوہ کاؤنسل مذکورہ ۲۰ میں سے دس افراد پر مشتمل قائم ہو سکتی ہے۔

☆☆☆